جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سید رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

فروری سنہ ۱۹۹۵ء

رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۳   رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ - فروری ۱۹۹۵ء   شمارہ : ۵

مدیر

سیّد محمود میاں

مدرّس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۰ روپے	سالانہ ۱۱۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات . . .	۴۵ ریال
بھارت، بنگلہ دیش	۱۰ امریکی ڈالر
امریکہ افریقہ	۱۶ ڈالر
برطانیہ	۱۷ ڈالر

◯ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ . . . . . سے آپ کی مُدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور۔ کوڈ ۵۴۰۰۰، فون ۲۰۱۰۸۶ - ۲۰۹۰۵۲

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ قرآن	حضرت مولانا قاری محمد طیب رح	۶
درسِ حدیث	حضرت مولانا سید حامد میاں رح	۱۰
سیرۃِ مبارکہ	حضرت اقدس مولانا سید محمد میاں رح	۱۵
مسائل زکوٰۃ		۲۰
فضیلت کی راتیں	مولانا نعیم الدین صاحب	۲۷
دارالافتاء		۵۹

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہ، خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سید رشید الدین صاحب حمیدی مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد۔یو۔پی۔انڈیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

"چیچنیا اور اُمّتِ مُسلمہ"

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد! گزشتہ چند ماہ سے مسلم ریاست چیچنیا پر روسی جارحیت اور چیچنی مسلمانوں کی جانب سے اس جارحیت کا بے جگری سے جواب اخبارات کی زینت بنا ہوا ہے۔ اس دوران مسلم اقوام سے اخبارات میں (شتی شتی) چیچنی مسلمانوں کے لیے امداد کی اپیلیں بھی آتی رہی ہیں۔ علمار کرام نے بھی اپنے خطبات میں لوگوں کو اس طرف متوجہ کرنے کا فرض ادا کیا ہے مگر کسی پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا اور بالآخر چیچنیا کے دار الخلافہ گروزنی پر روسی فوجوں نے قبضہ کر کے صدارتی محل کے کھنڈرات پر روسی پرچم لہرادیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جس دن یہ حادثہ پیش آیا عین اسی دن ملک میں تپتنگ بازی کی تیاریاں آخری مراحل میں تھیں اور روسی شرمناک فتح کے اگلے ہی دن اس شان سے بسنت میلہ منایا گیا جیسے ماسکو فتح کر لیا گیا ہو۔ خود حکومتی ارکان نے اپنی عورتوں کے ساتھ بسنت بازی کی عیاشی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا جبکہ اپوزیشن کے ذوق شوق کا عالم بھی قابل دید تھا۔ حکومتی ذرائع ابلاغ نے اس سلسلہ میں کوئی خاص سرگرمی نہیں دکھائی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سرکاری ذرائع ابلاغ اس سلسلہ میں روزِ اول ہی سے روسی جارحیت اور چیچنی مسلمانوں کی مادی قوت کا موازنہ اس انداز میں کرتے کہ اس سے عوام میں جذبۂ جہاد بھی پیدا ہوتا اور چیچنی مسلمانوں کی عملی امداد کی خواہشمند تنظیموں کی حوصلہ

افزائی بھی ہوتی تاکہ وہ اپنے چیچنی مسلمان بھائیوں کے شانہ بشانہ روس کو اس کی جارحیت کا مزہ چکھاتے مگر افسوس کہ پوری امت مسلمہ نے اس موقع پر جس بے حسی کا مظاہرہ کیا ہے اسکے بھیانک نتائج سے کسی بھی وقت وہ خود دوچار ہوسکتے ہیں ۔ ہماری اس بے حسی سے بھارت نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہوگا ! اسی طرح دیگر مسلم ممالک کے پڑوسی کفار نے جو مطلب اخذ کیا ہوگا، وہ کسی بھی ادنیٰ شعور رکھنے والے شخص سے مخفی نہیں ہے ۔

افغانستان میں روسی جارحیت کے خلاف مغربی میڈیا کی زبردست سرگرمی اور امریکی بلاک سے وابستہ مسلم ممالک کی جانب سے ان کی تقلید سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام سے ان کا لگاؤ محض دکھاوا تھا ۔ چونکہ اسلام کو پیش آنے والے خطرات کے ساتھ ان مسلم بادشاہوں کو بھی خطرہ پیش آگیا تھا ۔ جن کے ساتھ امریکی مفادات وابستہ تھے ۔ لہٰذا امریکہ اور یورپ کو اسلام کا فکر لاحق ہوگیا تھا لیکن چیچنیا میں صرف اسلام اور مسلمانوں کو ہی خطرہ اور نقصان تھا اس لیے نہ تو امریکہ کو اسلام خطرہ میں نظر آیا اور نہ ہی امریکن نواز مسلم بلاک کو بالخصوص عرب ممالک نے تو ایسی چپ سادھی کہ اس سے موت ہی بھلی ۔

"ساحل گوادر" گزشتہ چند ماہ سے گوادر کی فروخت کے مسئلہ پر حکومت کی جانب سے بہت سے بیانات اور وضاحتیں آرہی ہیں مگر یہ وضاحتیں باہم موافقت نہ رکھنے کے سبب مزید شکوک و شبہات کا باعث بنی رہیں اور اپوزیشن کی جانب سے بھی اس پر بہت شور مچایا جارہا ہے مگر اپنے دعوٰں پر وہ بھی کوئی واضح دستاویزی ثبوت پیش نہیں کرسکی جب کہ اس کے لیے اس کا حصول اتنا دشوار نہیں ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپوزیشن کی اعلیٰ قیادت کی بھی در پردہ یہی خواہش ہے کہ اس مسئلہ میں ابہام باقی رہے تاکہ آئندہ مسندِ اقتدار پر آنے کی صورت میں یہ مسئلہ اس کے لیے لچکدار رہے تاکہ یہی گوادر کی فروخت مستقبل میں اگر خود ان کی اپنی ضرورت بن جائے تو کوئی ان کو آئینہ نہ دکھا سکے موجودہ مشکل صورت حال سے نکلنے کی یہی تدبیر سب سے بہتر تھی کہ حکومت گوادر کے مسئلہ پر اپنا پالیسی بیان باضابطہ طور پر جاری کرے ۔ اور ایسا بیان ۲۳ جنوری کے قومی جرائد میں آچکا ہے اس سے موجودہ صورتحال کی وضاحت کافی حد تک ہو جاتی ہے مگر اس کے ساتھ مستقبل کی منصوبہ بندی بھی سرکاری طور پر شائع کی جائے تاکہ اس مسئلہ پر جملہ شکوک و شبہات کا مکمل خاتمہ ہو جائے ۔

جامعہ میں پولیس کی دخل اندازی گزشتہ ماہ ۲۱؍جنوری کو رات کے ایک بجے ایس پی سٹی کی قیادت میں پولیس کی بھاری نفری نے جامعہ کا احاطہ کرنے کے بعد جامعہ کے ہاسٹل پر چھاپہ مارا۔ سپاہ صحابہ کے مفرور اور اشتہاری ملزم ریاض بسرا کے شبہ میں بعض طلباء کی شناخت کرائی اور جامعہ کے باورچی کو ریاض بسرا کے شبہ میں اس یقین دہانی کے ساتھ پکڑ کر لے گئے کہ اس کو ایک گھنٹہ بعد چھوڑ دیا جائے گا مگر اس کو بلاجواز حوالات میں بند کر دیا گیا۔ اگلے دن صبح ایس پی سٹی کے گھر فون پر رابطہ کی بار بار کوشش کی گئی مگر ان کے بھائی نے یہی جواب دیا کہ وہ صبح اسلام آباد چلے گئے ہیں شام کو آئیں گے۔ البتہ پولیس اہل کاروں نے مزید شناخت کے بعد ظہر کے وقت باورچی کو چھوڑ دیا۔

حیرت ہے کہ ملک کے اتنے بڑے نامور تعلیمی ادارہ کی گزشتہ صاف شفاف تاریخ کیوں کر حکومت اور انتظامیہ سے مخفی ہے جبکہ اس ادارے اور اس کے بانی حضرت اقدس مولانا سید حامد میاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور اس سے وابستہ دیگر نامور علمی شخصیات کا ہر خاص و عام معترف ہی نہیں بلکہ قدر دان ہے۔ یہ ادارہ عرصہ چالیس سال سے علم دین کی خدمت ہر قسم کی فرقہ پرستی سے بالاتر رہ کر خالص علمی ماحول میں انجام دے رہا ہے۔ اس کے بانی جو جمعیت علماء اسلام کے تاحیات مرکزی امیر رہے وہ دورانِ تعلیم اساتذہ اور طلباء سب کے لیے سیاسی سرگرمیوں کو ناپسند فرماتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ "پہلے خوب محنت سے پڑھ لو پھر جو چاہو کرو"۔

ایک بار کسی استاذ نے دورانِ تعلیم درسگاہ میں سیاسی گفتگو کی، حضرت کو اس کا علم ہوا تو ان کو بلا کر بہت خفگی کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ کیا "میں نے بھی دوران تدریس کبھی سیاسی گفتگو کی ہے"! اور آئندہ کے لیے تنبیہ فرمائی کہ ایسا نہ کریں۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ خیرًا۔

گزشتہ برس بھی پولیس کی جانب سے اسی نوعیت کی ایک کارروائی جامعہ میں کی گئی تھی۔ بعد ازاں حکام کی جانب سے معذرت بھی کی گئی اور جامعہ کی تعلیمی کارکردگی کو سراہا بھی گیا۔ پھر اچانک یہ بے تکی کارروائی ہماری فہم سے بالا ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ غلط مخبری کرنے والے ذمہ دار افراد کے خلاف مناسب کارروائی کرے تاکہ اس قسم کے ناخوشگوار واقعات کا اعادہ نہ ہو۔

(قسط: ٢٢)

درسِ قرآن حکیم

از حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمّد طیّب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مہتمم دار العلوم دیوبند
تبویب و تزئین: مولانا نعیم الدین صاحب فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قیامت آنی چاہیے

اور جہاں تک عقل کا تعلق ہے تو عقل بھی اس کی مؤید ہے کہ قیامت آنی چاہیے۔ عقل خود شاہد ہے اس واسطے کہ یہ ایک عقلی قاعدہ ہے کہ جو چیز مخلوط ہوتی ہے چند اجزاء سے جب تک کہ اُسے توڑ کر اجزاء الگ الگ نہ نکالے جائیں وہ نفع نہیں دیتی۔ جب اس کے اجزاء الگ الگ چیزوں کو نفع پہنچاتے ہیں تو مجموعہ کو توڑ پھوڑ کر جب تک اجزاء الگ الگ نہیں کردیے جائیں گے وہ نفع بخش ثابت نہیں ہوں گے۔ مثال اس کی ہے کھیتی۔ ایک کسان نے کھیتی بوئی جَو اور چھ مہینے اپنا خون پسینہ ایک کر دیا، چھ مہینے کے بعد کھیتی لہلہا اُٹھی آنکھیں بھی اس کو دیکھ کر لے رہی ہیں اور کاشتکار کا دل بھی خوش ہے کہ اب میرے لیے موقع آگیا ہے۔ میرا گھر بھرے گا، بہت خوش، لیکن جب کھیتی پک گئی اور دانے پختہ ہوگئے تو وہی کسان جس نے خون پسینہ ایک کر کے اس کھیتی کو پروان چڑھایا تھا۔ درانتی لے کر خود ہی اسے کاٹنا شروع کر دیا اور ساری کھیتی کو اجاڑ کے رکھ دیا۔ کاٹ ڈالا۔ پھر اسی پر بس نہیں کی کہ کھیتی کاٹ دی ہو کھیتی کو کاٹ کر کھلیان میں جمع کیا اور اس کے بعد بیل چلا کے اسے چکنا چور کرنا شروع کیا، چکنا چور کر دیا۔ ریزہ ریزہ کر دیا پھر اسی پر بس نہیں کرتے کسان کہ بھئی کاٹا تھا کاٹنے کے بعد خود اپنے پیروں سے نہیں بلکہ بیلوں کے پیروں سے روندوایا، اُس کے بعد تھال میں لے کر اُڑاتے ہیں جو ساری بکھر کر الگ الگ ہوجاتے، اگر کوئی کاشتکار سے یوں کہے کہ بیوقوف! چھ مہینے کی خون پسینہ کی کمائی تیری، تُو نے ہی تو اسے آباد کیا تھا، پروان چڑھایا تھا اور بیوقوف اپنے ہی ہاتھ سے اُجاڑ دیا اُس کو، یہ تُو نے بڑی غلطی کی غیر معقول بات کی، اپنی پروان

چڑھاتی ہوئی کھیتی کو کاٹ ڈالا اور ریزہ ریزہ چکنا چور کر دیا، تو وہ یہ کہے گا کہ بیوقوف تم ہو سوال کرنے والے میں نے عقل مندی کا کام کیا اس لیے کہ میری کھیتی میں بھوسہ اور جو مخلوط تھے۔ بھوسہ غذا ہے بیلوں کی اور جو غذا ہے انسانوں کی جب تک میں کاٹ کر اسے چکنا چور نہ کروں بھوسہ الگ نہیں ہو سکتا تھا دانے سے جب میں نے الگ کر دیا تو بھوسہ تو گیا جانوروں کے پیٹ میں اور دانہ گیا انسانوں کے پیٹ میں اپنے اپنے ٹھکانے پر ہر چیز پہنچ گئی۔ مجموعی کھیتی اگر نہ توڑی جاتی نہ چکنا چور کی جاتی تو ہر ایک کو اپنی اپنی غذا نہیں مل سکتی تھی۔ یہ جواب معقول ہو گا اس کا اور سوال نا معقول ہو گا۔

دُنیا آخرت کی کھیتی ہے

فرماتے ہیں "اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ" یہ دُنیا کھیتی ہے آخرت کی، اس میں کُفر اور اسلام، حق اور باطل، سچ اور جھوٹ سب رَلا ملا چل رہا ہے دونوں چیزیں الگ الگ ہیں ایک دوسرے کے منافی ہیں مگر یہاں رلی ملی چل رہی ہیں ایک حقانی دلائل پیش کرتا ہے ایک باطل پسند کچھ ملمع سازی کر کے حق کو رلا کر باطل میں ملا کر پیش کر دیتا ہے وہ اپنے باطل کو حق ثابت کر رہا ہے بہت لوگ جو زیرک ہیں دانش مند ہیں وہ تو اصلیّت کا پتہ چلا لیتے ہیں مگر ہزاروں بھٹک بھی جاتے ہیں، پھر دلائل کو ایسی ملمع سازی سے پیش کریں گے لوگ کہ اہلِ حق تو بیچارے بیٹھے رہ جائیں گے اور باطل کو فروغ ہو جاتے گا تو دُنیا میں حق اور باطل، سچ اور جھوٹ، اخلاص اور نفاق، کُفر اور اسلام سب خلط ملط چل رہا ہے اور ہر ایک مدّعی ہے کہ میں حق پر ہوں، الگ نہیں ہے کہ دُودھ الگ ہو پانی الگ ہو، عقل لڑا کر غور کرو تو الگ ہوتا ہے ورنہ دیکھنے میں بالکل یکساں ہیں، ہیرا بھی یکساں ہے اور کنچ کا ٹکڑا بھی یکساں ہے اب جوہری تو کم ہوتے ہیں جو ہیرے کو الگ کر دیں اور کنچ کے ٹکڑوں کو الگ، سارے تو جوہری نہیں وہ کہیں گے بھئی یہ جو نقلی ہے یہ بھی وہی ہے اصلی ہے وہ بھی ہیں تو کوئی فرق معلوم ہوتا نہیں۔

دُنیا میں سب چیزیں خلط ملط ہیں آخرت میں سب کو الگ الگ کر دیا جاتے گا۔

تو دُنیا میں دونوں چیزیں چل رہی ہیں خلط ملط، حق تعالیٰ نے اس دُنیا کی کھیتی کو پروان چڑھایا ہزاروں ہزار برس سے اس کو پانی دیا، سینچا لہلہا اُٹھی اور قیامت کے دن اپنے ہی ہاتھوں سے سب کچھ چکنا چور کر کے تباہ و برباد کر دیں گے، آسمان نیچے گر پڑے گا، چاند سورج کے ٹکڑے، زمین کے ٹکڑے، پانی، یہ مٹی سب گڈ مڈ ہو کر خلط ملط ہو

ہو جائے گا، اگر کوئی حق تعالیٰ سے سوال کرے کہ آپ ہی نے تو اس کھیتی کو پروان چڑھایا تھا۔ ہزار ہا ہزار برس آپ کی قدرت نے اسے سینچا اور بنایا اور اپنے ہی ہاتھوں اُجاڑ دیا، فرمائیں گے اس میں کُفر اور اسلام حق و باطل ملا ہوا تھا اس میں حق اور حقانی لوگ یہ غذا ہیں جنّت کی اور کُفر اور کُفر والے لوگ یہ غذا ہیں جہنّم کی۔ جب تک کہ اس کھیتی کو کاٹ کر اجزاء الگ الگ نہ کیے جائیں تو جنّت کی غذا الگ نہیں ہو سکتی تھی جہنّم کی غذا الگ نہیں ہو سکتی تھی تو مَیں نے اُسے پروان چڑھایا تا کہ پک جائے، پکنے کے بعد اب غذا دینی ہے، جنّت اپنی غذا مانگ رہی ہے تو اسلام اور صاحبِ اسلام اس کو دیے جائیں گے اور کُفر اور صاحبِ کُفر جہنّم کو دیے جائیں گے۔ کھیتی اگر یُونہی برقرار رہتی تو جنّت بھی خالی رہتی، جہنّم بھی خالی رہتی، حالانکہ اُس عالم کو بھی بھرنا ہے تو آج جنّت خالی، جہنّم بھی خالی، مگر دونوں مانگ رہے ہیں کہ میری غذا دیجیے، جنّت بھی رات دِن سوال کر رہی ہے کہ مجھے بھیجیے لوگ اور وعدہ ہے اللہ کا کہ ہم بھر دیں گے اور جہنّم بھی پُکار رہی ہے کہ مجھے بھر دیجیے اور اللہ کا وعدہ ہے کہ ہاں بھریں گے، لیکن ذرا بھُوک کو کامل ہونے دو ایک وقت گزر جائے جب تکمیل کو پہنچ جاتے گی بھُوک تب غذا دیں گے تا کہ تُمھارے اندر سُرور پیدا ہو، بِلا بھُوک کے اگر کھا لیا تو وہ ہضم نہیں ہو گا اور اس کے لُطف بھی محسوس نہیں ہوں گے۔ جب معدہ پُوری طرح کامل بن جائے اس وقت غذا دی جائے تو فرحت اور سُرور اور قوّت کا باعث ہوتا ہے اور اگر اشتہاءِ صادق نہ ہو اشتہاءِ کاذب ہو، مانگتا رہے معدہ اور بھرتے رہیں گے تو بیماریاں پیدا ہوتی رہیں گی تو کامل بھُوک کے وقت جو چیز دی جاتی ہے وہ پچتی بھی ہے کھپتی بھی ہے اور مسرّت کا باعث ہوتی ہے اسکے لیے ہم نے ایک وقت رکھا ہے اس وقت اس کھیتی کو کاٹ کر چکنا چور کر کے دانہ الگ نکال دیں گے، بھوسہ الگ نکال دیں گے۔ بھوسہ جائے گا جہنّم میں دانہ چلا جائے گا جنّت میں اس جہان میں دانہ ہے حق اور اہلِ حق اور بھوسہ ہے کُفر اور اہلِ کُفر، وہ جہنّم کی غذا ہیں یہ جنّت کی غذا ہیں تو جس طرح سے روزانہ ایک کاشتکار اپنی کھیتی کو ہر چھٹے مہینے پامال کرتا ہے تا کہ الگ الگ غذا کرے حق تعالیٰ شانہٗ اس پُورے عالم کی کھیتی کو ایک دن چکنا چُور کر کے اجزاء الگ الگ کر دیں گے تو ظاہر بات ہے کہ قیامت کا ماننا گویا عقلاً ضروری ہے۔ عقل خود کہتی ہے کہ ایک عالم آنا چاہیے کہ دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی الگ الگ ہو کر نکھر جائے اُسی کا نام قیامت ہے۔

قیامت تخریب کا نام نہیں تعمیر کا نام ہے

۱ تو قیامت حقیقت میں تخریب کا نام نہیں ہے کہ عالم کو اجاڑ دو تعمیر کا نام ہے بس اتنا ہے کہ اگر کسی پرانے مکان کی جگہ آپ نیا بنانا چاہیں تو قاعدہ ہے کہ اُسے ڈھا کر جو اچھے اجزاء ہیں وہ لے لیتے ہیں، بقیہ پھینک دیتے ہیں اور نئی تعمیر کرتے ہیں، کوٹھی دار پُرانے اجزاء پھینک دیتے ہیں اور کار آمد ملبہ مٹیریل لے کر نئی تعمیر بناتے ہیں تو قیامت درحقیقت ایک نئے عالم کی تعمیر کا نام ہے مگر وہ بن نہیں سکتا جب تک کہ اس پُرانے عالم کو ڈھا نہ دیا جائے اور ڈھانے کے بعد جو مٹیریل عمدہ اور مضبوط ہے وہ تو اُدھر لے لیں گے اور جو خراب خستہ ہے اسے پرے پھینک دیں گے۔ اس طرح سے ایک نئے عالم کی تعمیر ہو گی تو قیامت درحقیقت تعمیر کا نام ہے۔ تخریب کا نام نہیں ہے مگر تعمیر ہوتی نہیں جب تک تخریب نہ کی جائے جب تک ڈھا نہ دیا جاتے بوسیدہ عمارتوں کو، اس وقت تک جگہ خالی نہیں ہوتی اور نیا عالم نہیں بنتا تو اب جب قیامت کا مقصد واضح ہو گیا کہ پُرانی چیزوں کو ختم کر کر نئے عالم کی تعمیر ہو اور اس پُرانے میں بھی دُودھ الگ کر دیا جائے پانی الگ کر دیا جائے دانہ الگ بھوسہ الگ اس کے لیے لازمی ہے کہ اس کی تخریب کر کے چکنا چور کر دو پھر نئے عالم کو بساؤ یہ ایک ایسی معقول چیز ہے کہ دُنیا میں اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور جب یہ معقول ہے تو قیامت کا آنا کیوں غیر معقول اور جب وہ غیر معقول نہیں ہے تو یہ سوال کیسا کہ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ صاحب وہ کب کو آئے گی قیامت ؟ یہ تو ایسا ہی ہے، جیسے ایک کاشتکار نے بیج بویا اور کونپلیں نکل آئیں اور اُس نے کہا کہ مجھے توقع یہ ہے کہ اس کھیتی میں دانہ لگے گا اور ہزاروں روپے ہوں گے۔ دوسرا جُھٹلا دے دیتا ہے کہ دانہ دے کیوں نہیں دیتا نکال ؟ یعنی آج تو کھیتی بوئی ہے اور کل کو وہ کہے کہ بھئی لے آناں وہ دانہ کہاں ہے ؟ اگر نہیں لاتا تو یہ جھوٹ مُوٹ باتیں کر رہا ہے تو کاشتکار کہے گا کہ یہ احمق ہے۔ نہ اسے کھیتی کی خبر، نہ اُسے یہ پتہ کہ کتنے دنوں میں اُگتی ہے ؟ نہ یہ پتہ کہ کیا اندازہ ہے کھیتی کا ؟ بس اُس نے تو دانہ کا نام سُن کر آج ہی مانگنا شروع کر دیا کہ اگر تو سچا ہے تو لے آناں حالانکہ آج ہی تو کونپل نکلی ہے اور کونپل بھی نکلے گی، چار مہینے میں ذرا بڑا ہو گا اور کوئی یُوں کہے کہ لاؤ نا بھئی وہ کہاں ہے دانہ ؟ تو کہے گا احمق ذرا ٹھہر جا تھوڑے دن یہ تو طبعی رفتار ہے چھ مہینے میں دانہ پختہ ہوتا ہے اس سے

بقیہ ص ۶۳

مولای صل وسلم دائما ابدا　　　علی حبیبک خیر الخلق کلہم

درس حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مُبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رح کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنہوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجّہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم انشاءاللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین واحباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سیّد رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہٖ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشان است　　　خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۶ . ۱۹۸۲-۱-۱

الحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وّاٰلہ واصحابہ اجمعین

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّ اَعْرَابِیًّا بَایَعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَصَابَ الْاَعْرَابِیَّ وَعْکٌ بِالْمَدِیْنَۃِ فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اَقِلْنِیْ بَیْعَتِیْ فَاَبٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَہٗ فَقَالَ اَقِلْنِیْ بَیْعَتِیْ فَاَبٰی ثُمَّ جَاءَہٗ فَقَالَ اَقِلْنِیْ بَیْعَتِیْ فَاَبٰی فَخَرَجَ الْاَعْرَابِیُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْمَدِیْنَۃُ کَالْکِیْرِ تَنْفِیْ خَبَثَہَا وَتَنْصَعُ طَیِّبَہَا"[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی (کچھ ہی دنوں کے بعد) جب وہ مدینہ کے (شدید) بخار میں مبتلا ہوا

---

[1] مشکوٰۃ ص۲۳۹

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری بیعت فسخ کر دیجئے مگر آپ نے انکار کر دیا، وہ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میری بیعت فسخ کر دیجئے آپ نے (اس مرتبہ بھی) انکار کر دیا، اس کے بعد وہ پھر آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری بیعت فسخ کر دیجئے آپ نے پھر انکار کر دیا چنانچہ وہ (آپ کی اجازت کے بغیر ہی) مدینہ طیبہ سے چلا گیا، (جب آپ کو اس کا علم ہوا) تو آپ نے فرمایا کہ " مدینہ " بھٹی کی مانند ہے جو اپنے میل کو دور کر دیتا ہے اور اپنے اچھے آدمی کو نکھار دیتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک صحابی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے، وہ دیہاتی تھے، آئے اور آنے کے بعد بیعت ہوئے۔ ایمان مضبوط نہیں تھا، بیعت ہونے کے بعد بخار چڑھ گیا اور مدینہ شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے پہلے بخار کی وبا رہا کرتی تھی، " ارض وبیّہ " ——— وبا والی سرزمین کہلاتی تھی اور بخار اتنا سخت آتا تھا کہ اس سے آدمی بہت کمزور ہو جاتا تھا اب بھی ایسی صورت ہے کہ اس کے آثار باقی ہیں۔ بخار جیسے آجائے پورے زور سے بالکل نچوڑ جاتا ہے، پیلا ہو جاتا ہے، پہلے بہت زیادہ تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بخار ہو گیا۔ حضرت بلال کو بخار ہو گیا اور سب ایک طرح کی گھبراہٹ میں جیسے مبتلا ہوں یہ حال تھا اور گھبراہٹ میں مکہ مکرمہ کو یاد کرتے تھے، اپنا وطن یاد آتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی یاد کرتے تھے حضرت بلالؓ بھی یاد کرتے تھے۔ وہ بھی شعر پڑھتے تھے اور یہ بھی شعر پڑھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اتنی ہی محبت تھی، مکہ مکرمہ فتح کرنے کے بعد وہاں پہنچے ہیں تو آپ نے فرمایا مَا اَطْیَبَكِ مِنْ بَلَدٍ کتنا عمدہ تو شہر ہے اور اَحَبَّكِ اِلَیَّ، تو بہت زیادہ مجھے پسند ہے بہت ہی محبوب ہے۔ وَلَوْ لَا اَنَّ قَوْمِیْ اَخْرَجُوْنِیْ مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَیْرَكِ اگر میری قوم نے مجھے یہاں سے نہ نکالا ہوتا تو میں تیرے سوا کہیں اور نہ رہتا۔

لیکن بعد میں مدینہ منورہ کو جب آپ نے اپنا مہاجر بنا لیا جہاں آپ ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو پھر وہیں رہنا پسند فرمایا اور یہ بتایا کہ جنہوں نے ہجرت کی ہے اور خدا کے لیے کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا اجر اسی میں رکھ دیا ہے کہ وہ اس پر قائم رہیں اور مکہ مکرمہ ——— رہنے کی

انہیں اجازت بھی نہیں تھی، بس حج کے لیے جائیں تو وہ تیرہ تاریخ گویا چودہ تاریخ کو (واپس) روانہ ہو جائیں تین دن سے زیادہ پھر نہیں ٹھہر سکتے، ایک صحابی ذرا وہاں ٹھہر گئے وہ بیمار ہو گئے، وفات ہو گئی ان کی، سعد بن خولہ ان کا نام تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ذکر فرماتے تھے اور (اُن پر) ترس فرماتے تھے

ایسا لگتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا اجر ڈبل کر دیا، جب وہ نماز مدینہ میں پڑھتے تو انہیں مکہ کا ثواب ملتا تھا ساتھ ساتھ، اور اگر وہ مکے چلے جائیں تو فقط مکے کا رہ جائے گا ہجرت والا نہیں رہے گا۔ اس واسطے آپ نے بالکل اجازت نہیں دی کہ وہ لوٹ کر وہاں جائیں کسی اور جگہ جائیں تبلیغ کے لیے جہاد کے لیے یہ ہو سکتا ہے۔ مکہ مکرمہ نہ جائیں، تبلیغ اور جہاد کے لیے تو جائیں اور باہر جا کر رہیں بھی، دوسری جگہوں پر بھی رہیں۔

کام وغیرہ بھی کرتے رہے ہیں، پڑھاتے رہے ہیں، دین سکھاتے رہے ہیں پھیلاتے رہے ہیں اور باہر گئے ہیں معرکوں میں وہیں شہید ہو گئے ہیں۔

بہت دفعہ ایسا ہوا مگر مکہ مکرمہ دوبارہ جانے کی اجازت نہیں۔ تو انہیں بھی بخار ہوا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی بخار ہوا ایسا کہ ان کے بال ہی سارے اتر گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ اللہ تعالےٰ یہاں سے بخار کی وبا کو دفع فرما دے آپ نے خواب دیکھا اس میں دیکھا کہ ایک عورت ہے اس طرح کی کہ وہ یہاں سے نکلی اور دوسری جگہ چلی گئی جحفہ تو وہ وبا منتقل ہو گئی وہاں۔

اب وہاں (مدینہ منورہ میں) اتنا بخار نہیں رہا۔ اس کے بعد آپ نے یہ بھی دعا فرمائی اس کے ساتھ ساتھ اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَۃَ کَحُبِّنَا مَکَّۃَ اَوْ اَشَدَّ، اللہ تعالیٰ ہمیں مدینے کی ایسی محبت دے دے، جیسے مکے کی بلکہ اُس سے بھی زیادہ یا اِس سے بھی زیادہ، تو پھر ایسے ہی ہو گیا سب کو ——— آج تک اسی طرح ہے۔

ہر مسلمان کے ذہن میں ایسی ہی حالت ہے یہ اس دعا کا اثر ہے۔ دعا فرمائی یہاں کے صاع میں، یہاں کے پیمانے میں، یہاں کے تول میں گویا ہر چیز میں تو برکت عطا فرما (جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکے کے لیے دعا کی تھی)، میں تجھ سے اس سے دگنی برکت کی دعا کرتا ہوں۔

تو اُسے (دیہاتی کو) جو بخار چڑھا تو یہ بالکل ہی پھر گیا اللہ کا بندہ، اور مصائب پر جو صبر کرنا ہے وہ بتایا گیا ہے کہ انسان کو صبر کرنا چاہیئے کوشش کرتا رہے لیکن پھر بھی اگر مصیبت پیچھا نہیں چھوڑتی تو بے صبرا نہ ہو تو اس کا بھی پھر علاج یہی ہے کہ خدا ہی کی طرف رجوع کرے نہ ہمت ہار کے بیٹھ جائے اور نہ ہی یہ کہ مصیبت میں آکر بے تاب ہو جائے نہ یہ کہ رجوع الی اللہ چھوڑے بلکہ رجوع الی اللہ جاری رکھے اپنی کوششیں جاری رکھے اور پھر خدا کے سپرد کرے۔ یہ صحابی جب بخار میں مبتلا ہوئے تو آگئے اور ایسے لوگوں کے بارے میں آتا ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ، وہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں، دین میں داخل ہوئے ہیں اور کنارے ہی پر ہیں۔ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِهٖ، اگر دین میں داخل ہونے کے بعد اسلام میں آنے کے بعد کوئی نفع ہوا، فائدہ ہوا تو پھر تو کہتا یہ دین بھی اچھا۔ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ نِ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ اور اگر کوئی تکلیف ہوتی ہے پیش آتی ہے تو وہ پیچھے ہٹنے لگتا ہے۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ اگر کوئی ایسے کرے گا تو دنیا اور آخرت دونوں کا اسے نقصان ہو گا۔ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ یہ جب بخار میں مبتلا ہوا تو آگیا اور آکر عرض کرنے لگا اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ یعنی میں آپ سے جو کل بیعت ہوا تھا یہ میری بیعت آپ توڑ دیجئے واپس دے دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں یہ غلط ہے۔ ثُمَّ جَاءَهٗ فَقَالَ اَقِلْنِيْ بَيْعَتِيْ۔ پھر آکے کہنے لگا اس کے ذہن میں یہ تھا کہ میں بیعت جو ہوا ہوں اس کی وجہ سے یہ بخار ہے۔ جب بیعت آپ کہہ دیں گے کہ میں نے واپس کر دی ہے تو میرا بخار ٹھیک ہو جائے گا آپ نے فرمایا نہیں، کیونکہ اس میں آخرت کا اس کے نقصان ہے۔ فَخَرَجَ الْاَعْرَابِيُّ وہ وہاں سے چلا گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں، ایک فضیلت بتلائی مدینہ شریف کی۔ اِنَّمَا الْمَدِيْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِيْ خَبَثَهَا وَتَنْصَعُ طَيِّبَهَا، کہ یہ مدینہ جو ہے یہ بھٹی کی طرح ہے جو اس میں خراب آجاتا ہے کوئی اس کو نکال پھینکتا ہے اور جو عمدہ ہیں انہیں یہاں روکے رکھتا ہے جو وہاں سے چلا گیا نکل گیا وہاں سے اس کو فرمایا کہ آدمی ٹھیک نہیں تھا، اور چلا ہی گیا۔ لیکن کفر نہیں یہ کمزوری ایمان کی ہے اور معاذ اللہ یا نفاق تھا ــــ اس طرف اشارہ تھا بعد

ہیں وہ مسلمان ہوئے ہوں پھر ٹھیک ہو گئے ہوں لیکن اس وقت یہ حالت تھی ، تو اس میں مدینہ شریف کی فضیلت تو ہے ہی ۔ لیکن یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اس طرح سے جو پریشانیاں آتی ہیں ان میں انسان بے صبرا نہ ہو۔ اور استقامت سے تحمل سے کام لے برداشت کرے تو اللہ مسبب الاسباب ہیں وہ معاملات کو بھی ٹھیک کر دیتے ہیں ۔ سب چیزیں ٹھیک کرتے جانتے ہیں خدا کی طرف توجہ رہنی ـــــ اور جدو جہد اور اپنے اعمال درست رہنے یہ سب سے ضروری ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے ۔

انتقال پر ملال

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چھوٹی اہلیہ اور مولانا فضل الرحمان صاحب کی والدۂ محترمہ گزشتہ دنوں مورخہ ۱۳ ر شعبان ۱۴۱۵ھ ۱۵ جنوری ۱۹۹۵ء بروز اتوار بعارضۂ قلب وفات پاگئیں ، اِنا للہ و اِنا الیہ راجعون ۔

یاد رہے کہ گزشتہ سال ۲۹ ستمبر کو حضرت مفتی صاحبؒ کی بڑی اہلیہ کی وفات ہو گئی تھی اس مختصر سے عرصہ میں خاندان کی دو بزرگ خواتین کا دنیا سے رخصت ہو جانا اہل خانہ کے لیے بہت بڑا حادثہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہر دو نیک خواتین کی مغفرت فرما کر بلند درجات عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ، آمین

ادارہ

(قسط: ۲۹)

خُطبات و عمومی ارشادات

حضرۃ شیخ الحدیث مولانا سید محمدؒ میاں رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف "سیرۃ مبارکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے چند اوراق

مکّہ معظمہ سے تشریف لاکر چند روز قبا میں قیام رہا۔ پھر جمعہ کے روز قبا سے روانہ ہوئے تو قبیلہ بنی سالم بن عوف کے میدان[1] میں جمعہ کی نماز پڑھی[2] پھر آپ مدینہ منوّرہ میں رونق افروز ہوئے۔ ان مقامات پر آپ نے جو تقریریں فرمائیں مؤرخین نے اُن کو جمع کیا ہے۔ دو تقریریں ابن اسحاق نے نقل کی ہیں[3]۔ اُن کا ترجمہ یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

①

ایھا النّاس (اے لوگو) خُوب سمجھ لو۔ کچھ پہلے سے بھیج دو۔ جو خود تمہارے کام آئے گا۔ خدا کی قسم یقیناً ایسا ہوگا کہ ہر شخص پر (قیامت کی) بیہوشی طاری ہوگی (جس کے پاس جو کچھ نہیں رہ جائے گا) بکریوں والا بکریاں چھوڑ جائے گا۔ اُن کا کوئی گلہ بان نہ ہوگا۔ وہ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوگا۔ یقیناً ایسا ہوگا کہ اس کا پروردگار براہِ راست اس سے خطاب فرمائے گا۔ نہ کوئی بیچ میں ترجمان ہوگا نہ کوئی رکاوٹ کی چیز درمیان میں حائل ہوگی (جو اُس کے لیے آڑ بن سکے) اس کا پروردگار کہے گا۔ کیا میرے رسول نے تمہارے پاس پہنچ کر تبلیغ نہیں کی تھی! کیا یہ تمام باتیں تمہیں نہیں بتادی تھیں۔ کیا میں نے تجھ کو مال نہیں دیا تھا۔ کیا تیرے اُوپر میں نے اپنا فضل نہیں کیا تھا۔ پس بتا تو خود اپنے لیے کیا لے کر آیا ہے۔ یہ

---

[1] اس میدان کا نام وادی رانوناء ہے۔ البدایہ والنہایہ ص۲۱۲ ج۳ [2] اس موقع پر جو آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا حافظ ابن کثیر نے ابن جریر کے حوالہ سے اس کو نقل کیا ہے ملاحظہ ہو ص۲۱۲ البدایہ والنہایہ جلد۳ یہ طویل خطبہ ہے اس کے کچھ حصّے خطبات ماثورہ میں بھی دیے گئے ہیں۔ [3] سیرۃ ابن ہشام ص۳۰۰ و ص۳۰۱ ج۱۔

شخص اپنے دائیں دیکھے گا، اپنے بائیں دیکھے گا اسکی دولت کا کہیں نام ونشان نہ ہوگا وہ آگے کی طرف نظر ڈالے گا۔ وہاں دہکتے ہوئے جہنّم کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ بس دیکھو دوزخ کی آگ سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ جو کچھ امکان میں ہو خرچ کرو اور اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ۔ کچھ نہ ہو چھوارے کا ایک ریزہ ہو۔ وہی خرچ کرو۔ جس کے پاس یہ بھی نہ ہو وہ میٹھے بول ۔ اچھّی بات سے غریبوں کی دل داری کرے۔ اس کا بھی اس کو ثواب ملے گا۔ نیکی کا ثواب دس گُنے سے شروع ہوتا ہے اور سات سو گُنے تک پہنچتا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

(۲)

بیشک تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ میں اس کی حمد کرتا ہوں اس سے مدد مانگتا ہوں ہم اپنے نفسوں کی شرارت سے اور اپنے اعمالِ بد کے شر سے خُدا کی پناہ لیتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ ہدایت کے راستے کھول دے، پھر کوئی اس کو گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو بھٹکا دے تو کوئی نہیں ہے جو اس کو سیدھی راہ پر لگا سکے۔

میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ تنہا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں ہے بے شک سب سے اچھّا کلام کتاب اللہ ہے یقیناً وہ شخص کامیاب ہے جس کے دِل میں اللہ تعالیٰ اپنے کلام کو سجادے اور جس کو اللہ تعالیٰ کُفر سے ہٹا کر اسلام میں داخل کردے۔ یقیناً وہ شخص کامیاب ہے جس نے انسانوں کے کلام اور اُن کے قصّوں کے مقابلے میں اللہ کے کلام کو منتخب کیا ہو۔ کیونکہ کلام اللہ ہی سب سے بہتر بات۔ سب سے بہتر کلام اور سب سے بلیغ قصّہ ہے (دیکھو) اس سے محبّت کرو۔ جو اللہ سے محبّت کرتا ہے (دیکھو) خُدا سے محبّت کرو دل کی گہرائی سے۔ اپنے دلوں کو اسی میں لگادو۔ اللہ کے کلام اور اللہ کے ذکر سے نہ اکتاؤ۔ تمہارے دلوں میں یہ سختی ہرگز نہ ہو کہ تم اُس کی یاد سے غافل ہوجاؤ۔

(یاد رکھو اور سمجھ لو) اللہ تعالیٰ جو مخلوق پیدا کرتا ہے اس میں سے کچھ کو منتخب کرکے اپنے لیے مخصوص کرلیتا ہے جو اعمال اس کو پسند ہیں جن بندوں کو وہ پسند کرتا ہے جو بات اس کو پسند ہے۔ اس نے نام لے کر اُن کو بتا دیا ہے اور معین کر دیا ہے (تم بھی اسی

کو پسند کرو) اس حلال اور حرام کو کھول کر بتا دیا ہے۔ بس اللہ کی عبادت کرو۔ کسی کو اس کا شریک نہ گردانو۔ پورا پورا تقویٰ کرو۔ تمہاری زبان سے جو باتیں نکلتی ہیں ان میں یہ خوبی پیدا کرو کہ اُن سے اللہ تعالیٰ کی تصدیق ہو۔ وہ اس کی مرضی کے مطابق ہوں۔ اللہ کی بھیجی ہوئی روح (ذاتِ اقدس محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم) تمہارے درمیان ہے، اس سے پوری پوری محبّت کرو۔ تمہاری فطرت اپنے ربّ سے ایک عہد کیے ہوئے ہے (کہ ربّ وہی ہے اس کے سوا کوئی ربّ نہیں ہے) اس عہد کو پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر نازل ہوتا ہے کہ اس عہد و پیمان کو توڑا جائے جو فطرتِ انسان انسان اپنے ربّ سے کیے ہوئے ہے

مدینہ طیّبہ میں سب سے پہلا خُطبۂ جمعہ

حافظ عماد الدین ابنِ کثیر رحمۃ اللہ نے ابنِ جریر کے حوالے سے وہ پورا خطبہ نقل کیا ہے جو آں حضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بنی سالم بن عمرو بن عوف میں نمازِ جمعہ کے وقت ارشاد فرمایا تھا۔ ہم اس خطبہ کو تبرکاً پورا نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد ترجمہ بھی کر دیا گیا ہے۔ ائمہ صاحبان جمعہ کے روز یہ خطبہ پڑھیں تو نورٌ علیٰ نور و سعادت بالا سعادت کا مصداق ہو۔

خطبۃ التقویٰ

(الحمد للہ) احمدہ واستعینہ واستغفرہ واستھدیہ واومن بہ ولا اکفرہ واعادی من یکفرہ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمّداً عبدہٗ ورسولہ ارسلہ بالھدیٰ والنور والموعظۃ علی فترۃ من الرسل وقلۃ من العلم وضلالۃ من الناس وانقطاع من الزمان ودنو الساعۃ وقرب من الاجل ۔من یطع اللہ ورسولہٗ فقد رشد ومن یعصھما فقد غوی وفرّط وضلّ ضلالاً بعیدًا۔ واوصیکم بتقوی اللہ فانہ خیر ما اوصی بہ المسلم المسلم ان یحضہ علی الاُخرۃ وان یامرہ بتقوی اللہ فاحذروا ما حذرکم اللہ من نفسہ ولا افضل من ذالک نصیحۃً ولا افضل من ذالک ذکری وان تقوی اللہ لمن عمل بہ علی وجل ومخافۃ من ربّہ عون صدقٍ علی ما تبغون من امر الاخرۃ و من یصلح الذی بینہ وبین اللہ من امرہ فی السر والعلانیۃ۔ لاینوی

بذالك الا وجه الله يكن له ذكرًا فى عاجل امره وذخرًا فيما بعد الموت حين يفتقر المرء الىٰ ما قدم وماكان من سوى ذٰلك يودلوان بينه و بينهٗ امداً بعيدًا۔ و يحذركم الله نفسه والله رءُوفٌ بالعباد والذى صدق قوله وانجز وعده لاخلف لذٰلك فانه يقول عز وجل مايبدل القول لدى وما انا بظلّامٍ للعبيد فاتقوا الله فى عاجل امركم وآجله فى السّر والعلانية فانّه من يتق الله يكفّرعنه سيّاٰته و يعظم لهٗ اجرًا ومن يتق الله فقد فاز فوزًا عظيمًا وان تقوى الله توقى مقتهٗ ويُوَقى عقوبتهٗ ويوقى سخطه وان تقوى الله يبيض الوجوهَ و يرضى الرّبّ و يرفع الدرجة۔ خذوا بحظّكم ولا تفرطوا فى جنب الله قد علّمكم الله كتابه و نهج لكم سبيله ليعلم الّذين صدقوا ويعلم الكاذبين فاحسنوا كما احسن الله اليكم وعادوا اعداءَه۔ وجاهدوا فى الله حق جهاده هواجتباكم وسمّٰكم المسلمين ليهلك من هلك عن بينة ولاقوة اِلّا باالله فاكثروا ذكر الله واعملوا لما بعد المَوت فانه من اصلح ما بينه وبين الله يكفه الله ما بينه و بين الناس ذالك بان يقضى على الناس ولا يقضون عليه و يملك من النّاس ولا يملكون منه الله اكبر ولا قوّة اِلّا بالله العظيم۔ (تاریخ طبری ص ۲۵۵ ج ۲ البدایہ والنہایہ ص ۲۱۳ ج ۳)

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ حمد کرتا ہوں۔ اس سے مدد کی درخواست کرتا ہوں۔ گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور نیک ہدایت کی التجا کرتا ہوں۔ میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ مَیں اس ذاتِ برحق کا منکر نہیں ہوں۔ مَیں اس کا دُشمن ہوں جو اس ذاتِ برحق کا انکار کرے۔ مَیں شہادت دیتا ہُوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں مَیں شہادت[1] دیتا ہُوں کہ محمدّ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

---

[1] اپنے رسول اور نبی ہونے پر یقین رکھنا نبی اور رسول کو بھی ضروری ہے۔ گورنر فرائض منصبی جب ہی ادا کر سکتے ہے جب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس رسول۔ محمدؐ کو ہدایتِ دینِ حق نورِ کامل اور پند و نصیحت اور حکمت و دانش کی نعمتیں سُپرد کر کے ایسے وقت مبعوث فرمایا کہ صدیاں گذر گئیں تھیں۔ سلسلۂ رسالت منقطع ہو چکا تھا۔ علم مولیٰ ناپید اور مفقود تھا۔ گمراہی کی گرم بازاری تھی۔ نُورِ ہدایت پہ اندھیری چھائی ہُوئی تھی (دوسری طرف حالت یہ ہے کہ) یہ دُنیا جس کو نعانہ کہتے ہیں اس کا سلسلہ ازل سے چل رہا ہے، اَب ٹُوٹنے کے قریب ہے۔ قیامت سَر پر ہے اور اس عالم کی آخری میعاد ختم ہو رہی ہے (اَب اللہ تعالیٰ کا کوئی اور پیغام آنے والا نہیں ہے) اَب جس نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول کی اطاعت کی اس نے ہدایت اور کامیابی حاصل کر لی اور جو اللہ اور اس کے رسُول (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی اطاعت سے روگردانی کر رہا ہے۔ وہ گمراہ ہے اپنا فرض ادا کرنے میں حد سے زیادہ کوتاہی کر رہا ہے اور صحیح راستہ سے بہت دور بھٹک رہا ہے۔

اے لوگو! مَیں تمہیں اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کرنے کی وصیّت[1] کرتا ہوں۔ اور دیکھو سَب سے بہتر نصیحت جو ایک مُسلمان دوسرے کو کرے یہی ہے کہ اس کو آخرت پر آمادہ کرے (یعنی ایسے کاموں کا شوق دلائے جو مرنے کے بعد کارآمد ہوں) اور یہ کہ خدا ترسی کی ہدایت کرتا رہے اور تاکید کرتا رہے کہ پرہیزگاری اور پارسائی کی زندگی اختیار کریں۔

اے لوگو! ان باتوں سے پرہیز کرو جن سے بچنا اور پرہیز کرنا اتنا ضروری ہے کہ خود اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے ان سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نہ اس سے افضل کوئی نصیحت ہوسکتی ہے اور نہ کوئی تذکیر اور یاد دہانی، اس سے زیادہ ضروری اور مفید ہوسکتی ہے۔

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) اس کو اپنے گورنر ہونے کا یقین ہو اور خود بھی اپنے آپ کو گورنر مانتا ہو۔ اس کے بغیر اپنے فرائض کا احساس نہیں کر سکتا۔ یہ تکبر نہیں ہے۔ بلکہ اعتراف ہے۔

[1] یعنی درد مندانہ نصیحت جس میں وہ اخلاص ہو جو ایک مرنے والے کے قول میں ہوسکتا ہے۔ جب آخری منزل میں ہوتا ہے اور عقوبت کا نظارہ اس کے سامنے ہوتا ہے۔

حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ کا یہ مضمون ماہنامہ انوارِ مدینہ ج ۴ ش ۴ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ میں چھپا تھا۔ اس کی ضرورت اور افادیت کے پیشِ نظر دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

مسائلِ زکوٰۃ

"جس شخص نے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کی، قیامت میں اس کا مال ایک زہریلا اژدہا بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائیگا جو اس کو کاٹتا رہیگا اور یہ کہہ کر کاٹے گا کہ میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں۔" (حدیث)

"ہمارے ایک معزّز دوست نے توجّہ دلائی کہ بہت سے اصحابِ استطاعت لوگ زکوٰۃ کے مسائل سے ناواقف ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ جیسے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اور اگر وہ مسائل معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آسان زبان میں مسائل نہیں ملتے، اور مشکل زبان جس میں عربی الفاظ آتے ہوں سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں اور ایسے مضمون کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لیے سہل زبان میں یہ کچھ مسائل درج کیے جا رہے ہیں۔ اگر کوئی صاحب زکوٰۃ کے اور مسائل دریافت کرنا چاہیں تو وہ بھی دریافت کرلیں تاکہ یہ مجموعہ مختصر رسالہ کی صورت میں بھی طبع کرا دیا جائے۔"

(حامد میاں غفرلہٗ)

سوال: زکوٰۃ کی مذہبی نوعیت کیا ہے؟

جواب: زکوٰۃ فرض ہے۔ اسلام کے بُنیادی ارکان میں شامل ہے، اس کا مُنکر کافر ہے اور اس پر عمل نہ کرنے والا گنہگار ہے۔

سوال: کیا زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے نیت ضروری ہے؟

جواب: نیت ضروری ہے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔

سوال: زکوٰۃ کی شرح کیا ہے؟

جواب: زکوٰۃ کی شرح مال تجارت، سونے اور چاندی کا چالیسواں حصّہ ہے۔ یعنی سو روپے پر ڈھائی روپے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

سوال: زکوٰۃ کس سرمایہ پر ادا کرنا ہوگی؟

جواب: نقد، زیور (چاہے استعمال میں آتا ہو یا رکھا رکھا ہو) سونا چاندی اور کاروباری سرمایہ خواہ وہ نقد ہو یا مال کی اتنی قیمت[۱] اور مالیت ہو اور جو مال قرض میں دیا ہوا ہو سب سرمایہ پر سال گزرنے پر زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

سوال: نصاب زکوٰۃ کیا ہے؟

جواب: ساڑھے باون[۲] تولے چاندی، ساڑھے[۳] سات تولے سونا یا اتنی قیمت کا مال تجارت یا نقد موجود ہو تو زکوٰۃ دی جائے گی۔

سوال: "صاحبِ نصاب" سے کیا مراد ہے؟

جواب: جن مالوں میں زکوٰۃ فرض ہے شریعت نے اُن کی خاص خاص مقدار مقرّر کر دی ہے۔ اس مقرّرہ مقدار کو "نصاب" کہتے ہیں اور اتنی مقدار جس کے پاس ہو اُسے "صاحبِ نصاب" کہتے ہیں۔

سوال: کیا جائداد وعمارات پر زکوٰۃ ہوگی؟

جواب: جائداد اور عمارتوں پر خواہ رہائشی ہوں یا کرایہ پر دی ہوئی ہوں[۴] اُن پر زکوٰۃ نہیں۔ جو اُن سے آمدنی ہوگی وہ سال کے ختم پر دیکھی جائے گی اور اس پر حساب لگا کر زکوٰۃ دی جائے گی۔

---

[۱] بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زکوٰۃ صرف تجارتی مال سے حاصل شدہ رقم پر ہوتی ہے جو نقد کی صُورت میں موجود ہو، تجارتی مال پر نہیں ہوتی، یہ خیال بالکل غلط ہے زکوٰۃ تجارتی مال اور اس سے کمائی ہوئی رقم دونوں پر ہوتی ہے۔ کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔ [۲] ۶۱۲ء۳۵ گرام [۳] ۸۷ء۷۹ گرام۔

[۴] یعنی جو عمارتیں کرایہ پر دی ہوئی ہیں۔ ان سے حاصل شدہ کرایہ اگر اتنی مقدار میں ہے کہ وہ تنہا ½ ۵۲ تولہ چاندی کی مالیت کو پہنچ جاتا ہے تو اُس پر سال کے بعد زکوٰۃ دینی ہوگی، اور اگر تنہا کرایہ تو اتنا نہیں ہے، لیکن کرایہ سے حاصل شدہ رقم اور دوسری اشیاء (سونا چاندی، مال تجارت، کیش رقم) مل کر ½ ۵۲ تولہ چاندی کی مالیت کو پہنچ جاتی ہیں تو پھر سب کو ملا کر حساب کر کے زکوٰۃ دینی ہوگی۔

سوال : زکوٰۃ سے اور اس قسم کی کیا کیا چیزیں مستثنیٰ ہیں ؟

جواب : جائداد کے علاوہ مشینری کے اوزار ، فرنیچر ، برتن ، کپڑے خواہ وہ کسی تعداد میں ہوں زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔

سوال : زکوٰۃ کس کس کو دی جا سکتی ہے ؟

جواب : یہ سوال بڑا مفید ہے ۔ اس کا جواب سمجھ کر یاد رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ اس کو دی جائے گی (جو نصابِ زکوٰۃ کا مالک نہ ہو، اور) جس کے پاس استعمالی ضرورت سے زیادہ سامان بھی نہ ہو ۔ لہٰذا اگر کسی کے پاس گھر میں قیمتی فالتو سامان پڑا ہو مثلاً تانبے کے برتن اور قالین وغیرہ جو وہ استعمال میں نہیں لاتا (یا ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر، ٹیلیویژن اور زائد از ضرورت فرنیچر وغیرہ) تو اس سامان کی قیمت کا اندازہ کیا جائے گا، اگر اس سامان کی قیمت بقدرِ نصاب بن جاتی ہے ۔ یعنی ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے کی قیمت کے برابر، تو یہ شخص زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں ہوگا ۔ اگر اپنے آپ کو غریب کہہ کر زکوٰۃ لے گا تو سخت گنہگار ہوگا ۔ ایسا شخص نہ زکوٰۃ لے سکتا ہے نہ صدقہ فطر، بلکہ ایسے آدمی پر تو خود صدقہ فطر دینا واجب ہوتا ہے اور قربانی بھی اور یہ بھی سمجھ لیجیے کہ زکوٰۃ اپنی اُصول یعنی ماں باپ یا اُن کے ماں باپ ، دادا ، دادی ، نانا نانی کو نہیں دی جا سکتی ۔ ایسے ہی فروع یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی ، نواسہ نواسی کو بھی نہیں دی جا سکتی ۔ شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو نہیں دے سکتی۔

سیّدوں کو وہ حسنی ہوں یا حسینی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی دوسری اولاد کو جنہیں علوی کہتے ہیں ۔ حضرت عقیل رضؓ حضرت جعفر طیّار رضؓ کی اولاد کو بھی جو جعفری کہلاتے ہیں اور حضرت عبّاس رضؓ بن عبد المطلب کی اولاد کو بھی جو عبّاسی کہلاتے ہیں اور اگر کوئی حضرت حارث رضؓ بن عبد المطلب کی اولاد میں ہوں تو اُنہیں بھی، غرض ان سب خاندانوں کو زکوٰۃ دینی اور اُنہیں لینی منع ہے ۔

(سوال : مدارس اسلامیہ میں زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب : ہاں طالب علموں کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے اور مدارس کے مہتمموں کو اِس کے لیے کہ وہ طالب علموں پر خرچ کریں ، دینے میں کچھ مضائقہ نہیں ۔)

سوال : کیا غیر مُسلم کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے ؟

جواب : نہیں۔

سوال : زکوٰۃ کی رقم فوری ادا کرنی چاہیے یا مناسب موقع کے انتظار میں یہ رقم روکی بھی جا سکتی ہے ؟

جواب : دونوں صُورتیں جائز ہیں، لیکن جلدی دینا افضل ہے ۔

سوال : بعض لوگوں کو کہتے سُنا ہے کہ نقد رقم نہ رکھو ورنہ زکوٰۃ دینی ہوگی، اس لیے جائداد خرید لو، ایسے لوگوں کے لیے شریعت کا کیا حُکم ہے ؟

جواب : ایسا کرنا مناسب نہیں۔ ایسا کرنے سے غریبوں کا حق مارا جاتا ہے ۔

سوال : کاروباری اداروں کو سرمایہ کی زکوٰۃ کس طرح ادا کرنی چاہیے ؟

جواب : مثال کے طور پر یہ خاکہ ملاحظہ فرمائیں ۔

بلڈنگ فرنیچر کھاتہ	۳۰۰۰۰/۰۰	مستثنیٰ ہے ۔
مشینری کھاتہ	۴۰۰۰۰/۰۰	
بینک کھاتہ	۲۰۰۰۰/۰۰	سرمایہ کھاتہ مالک فرم ۲۰۰۰۰۰/۰۰
اُدھار کھاتہ	۶۵۰۰۰/۰۰	
اسٹاک کھاتہ	۴۰۰۰۰/۰۰	
نقد باقی	۵۰۰۰/۰۰	
کُل	۲۰۰۰۰۰/۰۰	
زکوٰۃ سے مستثنیٰ	۷۰۰۰۰/۰۰	
بقایا رقم جس پر۔ زکوٰۃ ادا کرنی ہے	۱۳۰۰۰۰/۰۰	

جو مال بغرضِ تجارت خرید و فروخت میں نہ آئے وہ مستثنیٰ ہے، جیسے سامان رکھنے کے برتن، دکان میں استعمال ہونے والا فرنیچر (یا اوزار، اور مشینری) وغیرہ ۔

سوال : مویشی یعنی، بھیڑ بکری کا کاروبار کرنے والا، مویشیوں کی قیمت لگا کر اس قیمت پر زکوٰۃ

ادا کرے گا یا مویشیوں کی تعداد کے مطابق ؟

جواب : جو جانور تجارت کے لیے ہوں اُن کی موجودہ قیمت لگا کر زکوٰۃ دی جائے گی۔

سوال : سواری کے لیے گھوڑا گاڑی یا موٹر ہو تو ان پر زکوٰۃ ہوگی یا نہیں ؟

جواب : نہیں۔

سوال : ایک شخص کے پاس دس ہزار روپے تھے، اُن پر سال گزر گیا، وہ زکوٰۃ کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ سارے روپے چوری ہو گئے، کیا اس صورت میں اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا معاف ہو گئی۔

جواب : سارا مال چوری ہو جانے یا سارے کا سارا مال خیرات کرنے سے زکوٰۃ معاف ہو جاتی ہے۔

سوال : زکوٰۃ کا مال مستحق کو خود دینا ضروری ہے یا کسی اور کے ذریعہ بھی دیا جا سکتا ہے ۔

جواب : خود بھی دے سکتا ہے اور کسی دوسرے شخص کے ذریعہ بھی ۔

سوال : ایک مالدار مسافر کا سارا مال ضائع ہو گیا۔ گھر میں اگرچہ اس کا بہت مال موجود ہے لیکن اس وقت اس کے پاس کچھ نہیں رہا تو کیا اُسے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے ۔

جواب : جی ہاں ایسے مسافر کو جو حالتِ سفر میں محتاج ہو گیا ہو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، چاہے اس کے گھر میں اس کے لاکھوں روپے ہی کیوں نہ ہوں ۔

سوال : زکوٰۃ کی رقم سے مسجد بنانا یا مُردے کا قرض ادا کرنا یا مُردے کا کفن وغیرہ تیار کرنا کیسا ہے ؟

جواب : ان صورتوں میں زکوٰۃ ادا نہیں ہو گی، کیونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت ہو گی کہ جب کوئی محتاج اُسے لے۔ (زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے شرط ہے کہ جسے زکوٰۃ دی جائے اُسے زکوٰۃ کا مالک بنا دیا جائے)

سوال : ایک شخص نے کسی کو زکوٰۃ کا مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دی بعد میں معلوم ہُوا کہ وہ تو مالدار ہے یا سیّد ہے، تو کیا وہ شخص دوبارہ زکوٰۃ دے یا زکوٰۃ ادا ہو گئی۔

جواب : اگر دینے والے نے مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دی ہے تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ اسی طرح اس شخص کی بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے جس نے تاریکی میں اپنی ماں یا دوسرے ایسے رشتہ دار کو جسے زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ زکوٰۃ دے دی اور بعد میں پتہ چلا کہ وہ ایسا رشتہ دار ہے جو اُس کی زکوٰۃ کا مستحق نہیں۔ اور اگر کسی نے کسی کو زکوٰۃ دی اور بعد میں معلوم ہُوا کہ وہ کافر ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ پھر ادا کرنی ہو گی۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر مذکورہ بالا صورتوں میں مالدار سیّد اور رشتہ دار کو یہ معلوم ہو گیا

کہ یہ زکوٰۃ کی رقم تھی تو واپس کر دیں۔

سوال : ایک شخص سال کے اوّل اور آخر میں مالک نصاب تھا۔ مثلاً اس کے پاس اتنے روپے تھے جو ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت بنیں، لیکن درمیان سال میں کچھ پیسے خرچ ہو گئے اور کچھ دنوں وہ مالک نصاب نہیں رہا تو کیا اس پر زکوٰۃ ہو گی۔

جواب : جو شخص سال کے اوّل اور آخر میں نصاب کا مالک ہو اس پر زکوٰۃ ہو گی۔ چاہے سال کے درمیان میں مال نصاب سے کم ہو گیا ہو۔ ہاں اگر سال کے درمیان میں اس کا سارا مال ضائع ہو گیا اور سال کے آخر میں پھر کہیں سے مل گیا، تو اب گزشتہ سال کی زکوٰۃ اس پر نہیں ہے بلکہ جب سے دوبارہ مال آنا شروع ہوا ہے اس وقت سے اس کا مالی سال شروع ہو گا

سوال : اگر مال سال گزرنے سے چند ہی روز پہلے جاتا رہا تو زکوٰۃ ہو گی یا نہیں۔

جواب : نہیں۔

سوال : ایک شخص کے پاس تین ہزار روپے موجود ہیں (گویا وہ صاحب نصاب ہے) لیکن یہ اتنے ہی روپوؤں کا قرضدار بھی ہے تو کیا اس پر زکوٰۃ ہو گی؟

جواب : اس پر زکوٰۃ نہیں ہو گی۔

سوال : ایک تاجر کے پاس ابتداءِ سال میں تین ہزار روپے تھے جن سے اس نے تجارت شروع کی۔ سال کے آخر میں اس کے پاس پانچ ہزار روپے جمع ہو گئے تو کیا اس تاجر کو صرف تین ہزار روپے کی زکوٰۃ ادا کرنی ہو گی یا پانچ ہزار کی۔

جواب : اسے پانچ ہزار روپے کی زکوٰۃ دینی ہو گی۔

سوال : اگر کسی نے سال گزرنے سے پہلے ہی اپنی زکوٰۃ اداء کر دی تو کیا ادا ہو جائے گی۔

جواب : ادا ہو جائے گی۔

(سوال : جس کو زکوٰۃ دی جائے اسے یہ بتا دینا کہ یہ مال زکوٰۃ ہے ضروری ہے یا نہیں؟

جواب : یہ ضروری نہیں بلکہ اگر انعام کے نام سے یا کسی غریب کے بچّوں کو عیدی کے نام سے دے دو جب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔)

سوال : زرعی زمین یا باغ سے پیداوار پر عُشر ہے۔ عُشر کے کیا معنٰی ہیں اور اس کی ادائیگی کا کیا

طریقہ ہے۔

جواب: عُشر کے معنی ہیں دسواں۔ پیداوار پر جو زکوٰۃ ہوتی ہے۔ اس کے قاعدے الگ ہیں اور نام بھی الگ ہیں۔ اگر زمین بارانی ہے یا نہر سے پانی دیا جاتا ہے تو اُس میں عُشر یعنی دسواں حصّہ خُدا کے نام پر مصارف زکوٰۃ میں دیا جائے گا اور ایسی زمین عُشری کہلائے گی۔ اور اگر رہٹ وغیرہ سے آبپاشی ہوتی ہے تو اس میں بیسواں حصّہ نکالا جائے گا۔

صدقۂ فطر

صدقہ فطر ہر اس مسلمان پر واجب ہے جس پر زکوٰۃ فرض ہے یا زکوٰۃ تو فرض نہیں، لیکن نصاب کی برابر قیمت کا اور کوئی مال اس کی حاجاتِ اصلیہ سے زائد اس کے پاس ہے چاہے اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

صدقہ فطر نابالغ اولاد کی طرف سے بھی دیا جائے گا۔ اگر نابالغ اولاد خود مالدار ہو تو باپ کے ذمہ نہیں بلکہ ان ہی کے مال میں سے باپ اُن کی طرف سے صدقہ ادا کر دے۔

یہ صدقہ عید کے دن صُبح صادق ہوتے ہی واجب ہو جاتا ہے۔ اگر کسی نے عید سے پہلے رمضان میں صدقہ دے دیا تو بھی ادا ہو جائے گا۔

صدقہ فطر فی کس پونے دو سیر (احتیاطاً پورے دو سیر) گیہوں یا اتنے گیہوں کی قیمت دی جائے۔

صدقہ فطر ان لوگوں کو دیا جائے گا جنہیں زکوٰۃ دی جاتی ہے۔ جنہیں زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی انہیں صدقہ بھی نہیں دیا جا سکتا۔

ماہنامہ انوار مدینہ لاہور

اِس دینی رسالہ سے آپکا تعاون آپ کے اَجر اور اسکے استحکام، بقاء اور ترقی کا باعث ہوگا۔

★ اِس کے خریدار بنیئے اور دوسروں کو خریدار بنائیے۔

★ اِس میں اشتہار دیجئے اور دوسروں سے دلوائیے

★ اِس کے لیے مضامین لکھیئے اور اپنے مضمون نگار دوستوں کو اس کیلئے مضمون لکھنے کی ترغیب دیجئے۔

(قسط:۳)

فضیلت کی راتیں

مولانا نعیم الدّین صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

"لیلۃ القدر"

ماہِ رمضان المبارک جو انتہائی بابرکت اور مقدس مہینہ ہے اس میں ایک رات آتی ہے جسے "لیلۃ القدر" کہتے ہیں، یہ رات بڑی عظمت و بزرگی اور خیرات و برکات والی رات ہے، اسی رات میں قرآن مجید نازل ہوا اور اسی رات میں آسمان سے زمین پر فرشتے اترتے ہیں، اسے ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا گیا ہے، کتاب و سنت میں اس کی بڑی فضیلت ذکر کی گئی ہے، اسے اگر "سیّد اللیالی" تمام راتوں کی سردار کہا جائے تو بجا ہے، چنانچہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد

پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"قِیْلَ اِنَّ سَیِّدَ الْبَشَرِ اٰدَمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ، وَسَیِّدَ الْعَرَبِ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَسَیِّدَ الْفُرْسِ سَلْمَانُ وَسَیِّدَ الرُّوْمِ صُہَیْبٌ، وَسَیِّدَ الْحَبَشِ بِلَالٌ، وَسَیِّدَ الْقُرٰی مَکَّۃُ وَسَیِّدَ الْاَوْدِیَۃِ وَادِیْ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ، وَسَیِّدَ الْاَیَّامِ یَوْمُ الْجُمُعَۃِ وَسَیِّدَ اللَّیَالِیْ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ، وَسَیِّدَ الْکُتُبِ الْقُرْاٰنُ، وَسَیِّدَ الْقُرْاٰنِ الْبَقَرَۃُ، وَ

کہا گیا ہے کہ انسانوں کے سردار آدم علیہ السلام ہیں عربوں کے سردار محمّد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اہل فارس کے سردار حضرت سلمان فارسیؓ ہیں، رومیوں کے سردار حضرت صہیبؓ رومی ہیں حبشیوں کے سردار حضرت بلالؓ حبشی ہیں۔ تمام شہروں کا سردار مکہ مکرمہ ہے، تمام وادیوں کی سردار وادی بیت المقدس ہے، تمام دنوں کا سردار جمعہ ہے، تمام راتوں کی سردار لیلۃ القدر ہے، تمام کتابوں کا سردار قرآن پاک ہے، قرآن پاک کی تمام سورتوں کی سردار سورۃ بقرہ ہے سورۂ بقرہ

سَیِّدَ الْبَقَرَةِ اٰیَةُ الْکُرْسِیِّ، وَسَیِّدَ الْاَحْجَارِ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ، وَسَیِّدَ الْاٰبَارِ زَمْزَمُ، وَسَیِّدَ الْعِصِیِّ عَصَا مُوْسٰی، وَسَیِّدَ الْحِیْتَانِ الْحُوْتُ الَّذِیْ کَانَ یُوْنُسُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ بَطْنِهٖ، وَسَیِّدَ النُّوْقِ نَاقَةُ الصَّالِحِ، وَسَیِّدَ الْاَفْرَاسِ الْبُرَاقُ وَسَیِّدَ الْخَوَاتِمِ خَاتَمُ سَیِّدِنَا سُلَیْمَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَسَیِّدَ الشُّهُوْرِ شَهْرُ رَمَضَانَ"۔ [1]

کی تمام آیتوں کی سردار آیت الکرسی ہے تمام پتھروں کا سردار حجر اسود ہے۔ تمام کنوؤں کا سردار زمزم کا کنواں ہے، تمام لاٹھیوں کی سردار موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی ہے۔ تمام مچھلیوں کی سردار وہ مچھلی ہے جس کے پیٹ میں یونس علیہ السلام رہے، تمام اونٹنیوں کی سردار حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہے اور تمام سواریوں کی سردار براق ہے تمام انگشتریوں کی سردار حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہے، تمام مہینوں کا سردار رمضان المبارک ہے

حضرت شیخ رحؒ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ "لیلۃ القدر"، "سید اللیالی"، یعنی تمام راتوں کی سردار ہے اور کیوں نہ ہو کہ اللہ نے اپنے کلام پاک میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے جو تمام کلاموں کا سردار ہے، ایک بزرگ نے بہت ہی عمدہ بات ارشاد فرمائی ہے، فرماتے ہیں،

" اللہ تعالیٰ مکانیات و زمانیات کے خالق ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ نے مکانیات کا قبلہ "بیت اللہ"، کو بنایا، اسی طرح زمانیات کا قبلہ "لیلۃ القدر" کو بنایا، جیسے بیت اللہ محترم ویسے ہی لیلۃ القدر محترم"۔

لیلۃ القدر امت محمدیہ کو عطا ہوئی ہے پہلی امتوں کو نہیں ملی،

جمہور علماء امت کا موقف یہ ہے کہ "لیلۃ القدر" امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے کسی اور امت کو یہ رات عطا نہیں کی گئی، حدیث شریف سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے چنانچہ

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

---

[1] الغنیۃ لطالبی طریق الحق ج ۲ ص ۱

(۱) "اِنَّ اللّٰہَ وَھَبَ لِاُمَّتِیْ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ لَمْ یُعْطِھَا مَنْ کَانَ قَبْلَھُمْ"۔ ؎۱

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر میری امت ہی کو عطا کی ہے ان سے پہلے کسی امت کو یہ نہیں ملی،

اس امت کو لیلۃ القدر ملنے کا کیا سبب ہوا؟

اس امت کو یہ مبارک شب کیوں عطا ہوئی مفسرین نے اس سلسلہ میں بہت سے واقعات ذکر فرمائے ہیں؛ ہم اُن میں سے چند ایک ذکر کرتے ہیں۔

(۲) "مَالِكٌ اَنَّہٗ سَمِعَ مَنْ یَّثِقُ بِہٖ مِنْ اَھْلِ الْعِلْمِ یَقُوْلُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُرِیَ اَعْمَارَ النَّاسِ قَبْلَہٗ اَوْ مَا شَاءَ اللّٰہُ مِنْ ذَالِكَ فَکَاَنَّہٗ تَقَاصَرَ اَعْمَارَ اُمَّتِہٖ عَنْ اَنْ لَّا یَبْلُغُوْا مِنَ الْعَمَلِ مِثْلَ الَّذِیْ بَلَغَ غَیْرُھُمْ فِیْ طُوْلِ الْعُمُرِ فَاَعْطَاہُ اللّٰہُ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ"۔ ؎۲

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک ثقہ و معتبر عالم سے یہ بات سنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگلے لوگوں کی عمریں بتلائی گئیں جتنا اللہ کو منظور تھا تو آپ نے اپنی امت کے لوگوں کی عمروں کو کم سمجھا اور یہ خیال کیا کہ میری امت کے لوگ (اتنی سی عمر میں) ان کے برابر عمل نہ کر سکیں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

(۳) عَنْ مُّجَاھِدٍ قَالَ کَانَ فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ رَجُلٌ یَقُوْمُ اللَّیْلَ حَتّٰی یُصْبِحَ ثُمَّ یُجَاھِدُ الْعَدُوَّ بِالنَّھَارِ

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار شخص کا یہ حال تھا کہ وہ ساری رات عبادت میں مشغول رہتا اور صبح ہوتے ہی دشمن سے جہاد کے لیے نکل جاتا دن بھر

؎۱ الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۶ ص ۳۷۱، کنز العمال ج ۸ ص ۵۳۶

؎۲ مؤطا امام مالک ص ۲۶۰

حَتّٰی یُمْسِیَ فَفَعَلَ ذَالِكَ اَلْفَ شَهْرٍ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ هٰذِهِ الْاٰيَةَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ قِيَامُ تِلْكَ اللَّيْلَةِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِ ذَالِكَ الرَّجُلِ" ۱

جہاد میں مشغول رہتا ایک ہزار مہینے اس نے اسی عبادت میں گزار دیئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لیلۃ القدر خیر من الف شہر لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی اس ایک رات میں عبادت کرلینا اس بنی اسرائیل کے ہزار مہینہ کی عبادت سے بہتر ہے۔

(۴) عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ رَجُلًا مِّنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ لَبِسَ السِّلَاحَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَلْفَ شَهْرٍ فَعَجِبَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ ذَالِكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ اِلٰى قَوْلِهٖ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ اَلَّتِيْ لَبِسَ فِيْهَا ذَالِكَ الرَّجُلُ السِّلَاحَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَلْفَ شَهْرٍ" ۲

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا تذکرہ فرمایا کہ اس نے ایک ہزار مہینے تک جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہتھیار اٹھائے رکھے۔ مسلمانوں کو اس پر تعجب ہوا تو اللہ عزوجل نے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ سے لے کر خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تک آیات نازل فرمائیں اور اس ایک رات کی عبادت کو اس مجاہد کی ہزار راتوں سے بہتر قرار دیا،

(۵) عَنْ عَلِيٍّ وَّعُرْوَةَ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا اَرْبَعَةً مِّنْ بَنِيْ

حضرت علی و عروہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات، حضرت ایوب، حضرت ذکریا، حضرت

---

۱ جامع البیان فی تفسیر القرآن ج ۳۰ ص ۱۶۷

۲ فضائل الاوقات للبیہقی ص ۲۰۷، سنن کبری للبیہقی ج ۴ ص

إِسْرَائِيْلَ عَبَدُوا اللّٰهَ ثَمَانِيْنَ عَامًا لَمْ يَعْصُوْهُ طَرْفَةَ عَيْنٍ فَذَكَرَ اَيُّوْبَ وَ زَكَرِيَّا وَحِزْقِيْلَ بْنَ الْعَجُوْزِ وَيُوْشَعَ بْنَ نُوْنٍ فَعَجِبَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَالِكَ فَاَتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ عَجِبَتْ اُمَّتُكَ مِنْ عِبَادَةِ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ ثَمَانِيْنَ سَنَةً فَقَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ خَيْرًا مِّنْ ذَالِكَ فَقَرَاَ عَلَيْهِ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ هٰذَا اَفْضَلُ مِمَّا عَجِبْتَ اَنْتَ وَ اُمَّتُكَ فَسُرَّ بِذَالِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهٗ" [1]

حزقیل، حضرت یوشع بن نون علیہم السلام کا ذکر فرمایا کہ ان حضرات نے اسّی اسّی برس اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور پلک جھپکنے کے برابر بھی اس کی نافرمانی نہیں کی، اس پر صحابۂ کرام کو تعجب ہوا۔ فوراً ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کی امت کو ان حضرات کے اسّی اسّی برس عبادت کرنے پر تعجب ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر چیز بھیجی ہے چنانچہ آپ نے سورۃ القدر پڑھ کر سنائی اور فرمایا یہ اس سے بہتر ہے جس پر آپ اور اپ کی امت کو تعجب ہو رہا ہے۔ یہ سن کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابۂ کرام خوش ہوگئے

اس رات کو "لیلۃ القدر" کیوں کہا جاتا ہے

اس مبارک رات کا نام "لیلۃ القدر" رکھے جانے کی مفسّرین نے تین وجوہات ذکر کی ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں جو لفظ "قَدْر" ہے اس کے معنیٰ تقدیر و حکم کے ہیں چونکہ اس رات میں تمام مخلوقات کے لیے جو کچھ تقدیر ازلی میں لکھا ہے اس کا جو حصّہ اس سال میں رمضان

---

[1] الدر المنثور ج ۶ ص ۳۷۱

سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہے وہ ان فرشتوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذ امور کے لیے مامور ہیں اس لیے اس رات کا نام لیلۃ القدر رکھا گیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ "قدر" کے ایک معنیٰ عظمت و شرافت کے بھی آتے ہیں چنانچہ عربوں کا ایک مقولہ ہے " لِفُلَانٍ قَدْرٌ عِنْدَ فُلَانٍ " فلاں شخص کی فلاں شخص کے نزدیک بڑی قدر ہے یعنی یہ شخص اس کے نزدیک بہت بزرگ اور مرتبہ والا ہے چونکہ یہ رات بھی عظمت و شرافت والی رات ہے اس لیے اس کا نام "لیلۃ القدر" رکھا گیا، پھر اس رات میں عظمت و بزرگی ہونے کے بھی دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ جو شخص اس رات میں شب بیداری اور عبادت گزاری کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بزرگ اور مرتبہ والا شخص ہو جاتا ہے، دوسرا یہ کہ اس شب میں جو عبادت کی جاتی ہے وہ عبادت دوسری راتوں کی عبادت سے شرف و مرتبہ میں بہت بڑھ جاتی ہے، حضرت ابوبکر وَرّاق (م) فرماتے ہیں کہ اس شب کا نام "لیلۃ القدر" اس لیے رکھا گیا ہے کہ ایک تو اس میں مرتبہ و شان والی کتاب نازل ہوئی ہے، دوسرے ذی مرتبہ فرشتے (جبرئیل امین علیہ السلام) کے ذریعہ نازل ہوئی ہے، تیسرے ذی مرتبہ امت پر نازل ہوئی ہے، شاید اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لفظ "قدر" سورۃ القدر میں تین مرتبہ استعمال فرمایا ہے

تیسری وجہ یہ ہے کہ "قدر" کے ایک معنیٰ ضِیْق یعنی تنگی کے آتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۸۹ : ۱۶ اور جب اس کو آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

چونکہ اس رات میں زمین پر فرشتے اس قدر زیادہ تعداد میں اترتے ہیں کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگ پڑ جاتی ہے اس لیے اس رات کا نام "لیلۃ القدر" رکھا گیا۔

لیلۃ القدر کی فضیلت

"لیلۃ القدر" کی فضیلت کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قرآن پاک میں پوری ایک سورت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے جسے "سورۃ القدر" کہتے ہیں حصولِ برکت کے لیے وہ سورت ذکر کی جاتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ ① وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ② لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ③ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِیۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ④ سَلٰمٌ ۛ هِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ⑤	بیشک ہم نے قرآن (پاک) کو شب قدر میں اتارا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس رات میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امرِ خیر کو لے کر اترتے ہیں (وہ شب) سراپا سلام ہے، وہ شب قدر طلوع فجر تک رہتی ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے، اس میں پانچ آیات ہیں اور یہ تیس کلمات اور ایک سو اکیس حروف پر مشتمل ہے، اس سورت کا شانِ نزول ہم " اس رات کو لیلۃ القدر کیوں کہا جاتا ہے" کے ذیل میں پیچھے ذکر کر چکے ہیں۔ اس سورت میں " لیلۃ القدر" کی چار خصوصیات ذکر کی گئی ہیں (۱) اس رات میں قرآن نازل ہوا (۲) اس رات میں فرشتے اترتے ہیں (۳) یہ رات ہزار مہینوں سے افضل وبہتر ہے (۴) اس رات میں صبح صادق تک خیر وبرکت امن وسلامتی کی بارش ہوتی رہتی ہے، ان خصوصیات کی کچھ مختصر تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

لیلۃ القدر میں قرآن پاک کا نزول

اس رات میں نزولِ قرآن سے جو اسے اہمیت حاصل ہوئی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ہے، اگر اس کی اور کچھ خصوصیات نہ بھی ہوتیں تو اس کی فضیلت کے لیے یہی ایک خصوصیت کافی تھی۔

ایک شبہ کا دفعیہ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۲ء) تحریر فرماتے ہیں:

" باقی رہا یہاں پر ایک شبہ اور وہ یہ ہے کہ نزولِ قرآن تیئس برس تک ہے اور شروع اس کے نزول کا ربیع الاول کے مہینہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف کے چالیسویں برس کا شروع تھا اور قرآن مجید میں قرآن کے نازل ہونے کا اشارہ تین معیّن وقتوں کی طرف فرمایا ہے ایک تو رمضان شریف اور دوسرے شب قدر اور تیسرے شب مبارک کہ اکثر علماء کے نزدیک شب برائت ہے یعنی پندرھویں رات شعبان کی پھر مطابقت اور موافقت اس

امرِ واقعی ہیں اور ان مخالف تعبیروں میں کیونکر درست آوے گی؟ سو اس کا جواب روایتوں میں تأمّل کرنے کے بعد جو معلوم ہوا ہے سو یہ ہے کہ نزول قرآن کا لوحِ محفوظ سے بیت العزّت میں (کہ وہ ایک جائے ہے آسمانِ دنیا پر گھری ہوئی ہے ملائکہ ذی قدر سے) شبِ قدر میں ہے جو رمضان کے مہینہ میں واقع ہے، اور اندازہ اس کے نزول کا اور حکم فرمانا لوحِ محفوظ کے نگہبانوں کو کہ اس کا نسخہ نقل کر کے آسمانِ دنیا پر پہنچا دیں اسی سال کی شبِ برارت میں تھا، اب اس صورت میں تینوں تعبیریں درست ہوئیں یعنی نزولِ حقیقی شبِ قدر کو رمضان کے مہینہ میں واقع ہوا اور نزولِ تقدیری اس سے پہلے شبِ برائت میں اور نزول قرآن کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان پر سو ربیع الاوّل کے مہینہ میں چالیسویں برس کے شروع میں ہے اور تمام ہونا اس کے نزول کا آخرِ عمر میں پس تعارض نہ رہا۔" [1]

نزولِ قرآن رات میں کیوں ہوا؟

شیخ اسماعیل حقی البروسوی (م ۱۱۳۷ھ) رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"فان قلت ما الحکمۃ فی انزال القرآن لیلاً، قلت لان اکثر الکرامات و نزول النفحات والاسراء الی السمٰوٰت یکون باللیل واللیل من الجنۃ لانہا محل الاستراحۃ والنہار من النار لان فیہ المعاش والتعب، والنہار

اگر تم یہ سوال کرو کہ قرآن مجید کو رات میں نازل کرنے کے اندر کیا حکمت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ (اگر دیکھا جائے تو) اکثر کرامات وعطیات یا خیرات و برکات کا نزول اور آسمانوں کی طرف اسراء یہ رات ہی میں ہوا ہے۔ رات جنت کا سماں ہے کہ محلِ راحت و آرام ہے اور دن دوزخ کا نقشہ پیش کرتا ہے کہ اس میں آدمی حصولِ معاش کے لیے نکلتا اور تعب و مشقت اٹھاتا ہے، دن میں لباس پہنا جاتا

---

[1] تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۲۳۸۔

حظ اللباس والفراق والليل حظ الفراش والوصال وعبادة الليل افضل من عبادة النهار لان قلب الانسان فيه اجمع والمقصود هو حضور القلب" ۱

ہے اور محبوب سے فراق ہوتا ہے اور رات میں آدمی بستر پر آرام اور محبوب کا وصال حاصل کرتا ہے، رات کی عبادت دن کی عبادت سے افضل ہے کیونکہ رات میں انسان کو جمعیتِ قلبی حاصل ہوتی ہے اور مقصودِ عبادت بھی یہی ہے کہ قلب حاضر ہو۔

رات افضل ہے یا دن؟

علامہ حقی کے اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رات افضل ہے دن سے، رات کی افضلیت کی بہت سی وجوہات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ راتوں میں تو ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے لیکن دنوں میں کوئی ایسا دن نہیں جو ہزار مہینوں سے افضل ہو، دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک کا نزول لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر رات میں ہوا ہے نہ کہ دن میں، تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا ظہور رات میں ہوتا ہے چنانچہ اکثر احادیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کو آخری تہائی حصّہ میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں، چوتھی وجہ یہ ہے کہ واقعۂ معراج بھی رات ہی میں پیش آیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رات ہی افضل ہے، پانچویں وجہ یہ ہے کہ رات راحت و آرام اور امن و سلامتی کا وقت ہے۔ شاید ایک وجہ حیوانات کے رات میں ذبح ہونے کے مکروہ ہونے کی یہ بھی ہو، احادیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جہاد میں دشمن پر رات میں حملہ نہیں فرماتے تھے، رات میں سفر کی ترغیب دی گئی ہے کہ اس میں منزل جلدی کٹتی ہے، نکاح و بیاہ کے رات میں کرنے کو پسند کیا گیا ہے۔

لیلۃ القدر میں فرشتوں کا نزول

(۶) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شب قدر ہوتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کے جُھرمٹ میں نازل ہوتے ہیں

---

۱ تفسیر روح البیان ج ۱۰ ص ۴۸۰

لَیْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ کُبْکُبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ یُصَلُّوْنَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ یَّذْکُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَاِذَا کَانَ یَوْمُ عِیْدِهِمْ یَعْنِیْ یَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰی بِهِمْ مَلٰٓئِکَتَهٗ فَقَالَ: یَا مَلٰٓئِکَتِیْ مَا جَزَآءُ اَجِیْرٍ وَفّٰی عَمَلَهٗ قَالُوْا: رَبَّنَا جَزَاؤُهٗ اَنْ یُّوَفّٰی اَجْرَهٗ، قَالَ: یَا مَلٰٓئِکَتِیْ عَبِیْدِیْ وَاِمَائِیْ قَضَوْا فَرِیْضَتِیْ عَلَیْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا یَعُجُّوْنَ اِلَیَّ بِالدُّعَاءِ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ وَکَرَمِیْ وَعُلُوِّیْ وَارْتِفَاعِ مَکَانِیْ لَاُجِیْبَنَّهُمْ فَیَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ وَبَدَّلْتُ سَیِّاٰتِکُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ: فَیَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ،، [لہ]

اور ہر اس بندے کیلئے دعائے رحمت کرتے ہیں جو کھڑا یا بیٹھا اللہ کے ذکر و عبادت میں مشغول ہوتا ہے، اور جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ جل شانہٗ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں (اس لیے کہ انہوں نے آدمیوں پر طعن کیا تھا) اور ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کردے کیا بدلہ ہے، وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی اجرت پوری دے دی جائے، تو ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتو میرے غلاموں نے اور باندیوں نے میرے فریضہ کو پورا کردیا پھر دعا کے ساتھ چلّاتے ہوئے (عیدگاہ کی طرف) نکلے ہیں، میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم میری بخشش کی قسم، میرے علوِّ شان کی قسم میرے بلندیِ مرتبہ کی قسم میں ان لوگوں کی دعا ضرور قبول کروں گا، پھر ان لوگوں کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ تمہارے گناہ معاف کردیئے ہیں اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے، پس یہ لوگ عیدگاہ سے ایسے حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہوچکے ہوتے ہیں۔

(۷) (عن ابن عباس رضی اللہ عنہما مرفوعا فی حدیث طویل)

[لہ] شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۴۳، مشکوٰۃ ص ۱۸۲۔

وَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَأْمُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَهْبِطُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰئِكَةِ إِلَى الْأَرْضِ وَمَعَهُمْ لِوَاءٌ أَخْضَرُ فَيَرْكُزُ اللِّوَاءَ عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ وَلَهٗ مِائَةُ جَنَاحٍ مِّنْهَا جَنَاحَانِ لَا يَنْشُرُهُمَا إِلَّا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيَنْشُرُهُمَا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَيُجَاوِزُ الْمَشْرِقَ إِلَى الْمَغْرِبِ فَيَحُثُّ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمَلٰئِكَةَ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَيُسَلِّمُوْنَ عَلٰى كُلِّ قَائِمٍ وَّقَاعِدٍ وَّمُصَلٍّ وَّذَاكِرٍ وَّيُصَافِحُوْنَهُمْ وَيُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى دُعَائِهِمْ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ فَإِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ يُنَادِيْ جِبْرِيْلُ: مَعَاشِرَ الْمَلٰئِكَةِ الرَّحِيْلَ الرَّحِيْلَ: فَيَقُوْلُوْنَ يَا جِبْرِيْلُ فَمَا صَنَعَ اللّٰهُ فِيْ حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَيَقُوْلُ نَظَرَ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ فِيْ

جب لیلۃ القدر کی شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو حکم دیتے ہیں، چنانچہ وہ ملائکہ کے جھرمٹ میں زمین کی طرف اترتے ہیں، اُن ملائکہ کے پاس سبز جھنڈے ہوتے ہیں جو وہ بیت اللہ کی چھت پر گاڑھ دیتے ہیں۔ جبریل امین کے سو پر ہیں جن میں سے وہ دو پر صرف اسی رات کھولتے ہیں وہ دو پر مشرق و مغرب سے تجاوز کر جاتے ہیں، جبریل امین اس رات فرشتوں کو ابھارتے ہیں چنانچہ وہ فرشتے ہر اس بندے سے سلام کرتے ہیں جو کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر میں مشغول ہو اور ان لوگوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے پھر جب صبح ہو جاتی ہے تو جبریل امین فرشتوں کو آواز دے کر کہتے ہیں کہ بس اب چلو فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے جبریل اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے مومنوں کی ضروریات کے بارے میں کیا فیصلہ فرمایا ہے؟ جبریل امین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نظر رحمت سے دیکھتے ہوئے ان سے درگزر

هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا عَنْهُمْ وَغَفَرَلَهُمْ إِلَّا أَرْبَعَةً فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ؟ قَالَ: مُدْمِنُ خَمْرٍ وَعَاقٌّ وَالِدَيْهِ وَقَاطِعُ رَحِمٍ وَمُشَاحِنٌ، قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْمُشَاحِنُ؟ قَالَ هُوَ الْمُصَارِمُ»، الحدیث [1]

فرما کر انہیں بخش دیا ہے سوائے چار شخصوں کے صحابۂ کرام کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ چار اشخاص کون ہیں؟ آپ نے فرمایا عادی شراب خور، والدین کا نافرمان، رشتے ناطے توڑنے والا اور مشاحن، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشاحن سے کون مراد ہے؟ فرمایا مصارم یعنی کینہ ور،

اس کے علاوہ بھی متعدد احادیث میں شبِ قدر کے اندر فرشتوں کے زمین پر اترنے کے بارے میں تفصیل آئی ہے، بعض احادیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ جبریل علیہ السلام اس شب میں عبادت کرنے والوں سے مصافحہ کرتے ہیں جس کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، دل میں رقت پیدا ہو جاتی ہے، اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں،

لیلۃ القدر میں فرشتے زمین پر کیوں اترتے ہیں؟

امام رازی رحمہ اللہ نے شب قدر میں فرشتوں کے زمین پر اترنے کی متعدد وجوہ تحریر فرمائی ہیں:

پہلی وجہ فرشتوں کے اس شب میں زمین پر اترنے کی یہ ہے کہ وہ انسانوں کی عبادت اور طاعت خداوندی میں خوب جدوجہد ملاحظہ کریں (کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے اس پر کہا تھا کہ آپ ایسی مخلوق پیدا فرمائیں گے جو زمین میں فساد کرے گی اور خون ریزی کرے گی، شب قدر میں اللہ انہیں بھیجتے ہیں کہ جاؤ دیکھو جن کے بارے میں تم نے یہ کہا تھا وہ کیا کر رہے ہیں؟)

دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن پاک میں فرشتوں کا یہ قول مذکور ہے کہ "ہم آپ کے رب کی اجازت کے بغیر نہیں اترتے" اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے زمین پر اترنے کے مامور ہیں بذاتِ خود نہیں اترتے، اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ انہیں صالحین سے کوئی خاص محبت اور لگاؤ نہیں ہے، لیکن

---

[1] فضائل الاوقات للامام البیہقی ص۲۵۱ قال محققہ: قال المنذری لیس فی اسنادہ من اجمع علیٰ ضعفہ

سورۃ القدر میں جو آیا ہے کہ اپنے رب کی اجازت سے اترتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے پروردگار سے زمین پر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں اور جب اجازت ملتی ہے تو زمین پر آتے ہیں یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ انہیں صالحین سے محبت اور لگاؤ ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے وعدہ فرمایا ہے کہ جنت میں ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے اور انہیں سلام کریں گے، اس کا نقشہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی دکھانا چاہتے ہیں گویا فرماتے ہیں کہ اگر تم میری عبادت میں مشغول رہے تو تم پر فرشتے نازل ہو کر تمہارے پاس سلام کرنے اور زیارت کرنے کی غرض سے آئیں گے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شب قدر کی فضیلت کو زمین میں اپنی طاعت و بندگی کے اندر مشغول رہنے میں رکھا ہے چنانچہ فرشتے اس رات زمین پر اس لیے اترتے ہیں کہ ان کی طاعت و بندگی کا ثواب بھی بڑھ جائے اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص مکہ مکرمہ اس نیت سے جائے کہ اسے اپنی طاعت و بندگی کا اجر زیادہ ملے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ جب اکابر علماء و زُہّاد موجود ہوں تو وہ ان کی موجودگی میں طاعت و عبادت بہتر طریقہ سے کرتا ہے بہ نسبت خلوت میں عبادت کرنے کے، اللہ تعالیٰ نے ملائکہ مقربین کو نازل فرمایا تاکہ عبادت گزار انسان اُن کی موجودگی کا احساس کر کے اور زیادہ اچھے طریقے سے عبادت کرے[1]

لیلۃ القدر کے ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا مطلب

مفسرین فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کے ہزار مہینوں سے بہتر ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس ایک رات میں کی جانے والی عبادت ان ہزار راتوں میں کی جانے والی عبادت سے بہتر ہے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو، اور چونکہ ایک ہزار مہینوں کے تراسی برس چار ماہ بنتے ہیں۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جس شخص نے لیلۃ القدر میں عبادت کی اور اسے پالیا تو گویا اس نے تراسی برس چار ماہ اللہ کی عبادت میں گزار دیئے۔

---

[1] تفسیر کبیر ج ۳۲ ص۳۳

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے بہتر فرمایا ہے، برابر نہیں فرمایا اب بہتری کس درجہ تک ہو گی دگنی، چوگنی، دس گنی، سوگنی، اس کی حقیقت وہی جانتا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب ملفوظ آیت کریمہ "لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ" کے متعلق نظر سے گزرا، موقع کی مناسبت سے ذکر کیا جاتا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

" ارشاد فرمایا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ میں مراد "الف" (ہزار) کا عدد معین نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ لیلۃ القدر افضل اور بہتر ہے۔ جمیع اَزْمِنہ (تمام زمانوں) سے گو اُن ازمنہ کی مقدار کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو، یہ معنیٰ اس لیے مراد لیا گیا ہے کہ عرب کے لوگوں میں حساب کی کمی کی وجہ سے "الف" (ہزار) سے زائد مقدار کے لیے کوئی لغت مفرد موضوع نہیں، پس حاصل یہ ہے کہ زائد سے زائد مدت جو تم تصور کر سکتے ہو، لیلۃ القدر اس سے بھی بڑھ کر ہے، اب یہ شبہ کہ بجائے شہر (مہینے) کے سال کیوں نہیں فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ کفار عرب کے ہاں چونکہ سال نسیئی کی وجہ سے کم و بیش ہوتا رہتا تھا منضبط نہ تھا اور شہر (مہینہ) کا اہتمام اور انضباط وہ کرتے تھے اس لیے شہر (مہینہ) کو اختیار فرمایا، باقی سال کا ان کے ہاں کچھ ٹھیک نہ تھا کبھی تیرہ مہینہ کا بنا دیا، کبھی گیارہ کا، کبھی پورا، کبھی کسی مہینے کو سال میں آگے کر دیا، کبھی پیچھے"۔ [۱]

علامہ قرطبی (م ۶۷۱ھ/ ۱۲۷۳ء) فرماتے ہیں۔

"گزشتہ زمانہ میں عابد کو اس وقت تک عابد نہیں کہا جاتا تھا جب تک کہ وہ ایک ہزار مہینے عبادت نہ کرلے جس کے تراسی برس چار ماہ بنتے ہیں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر فضل فرمایا کہ اس کی ایک رات کی عبادت کو ان کی ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر قرار دیا"۔ [۲]

لیلۃ القدر میں صبح صادق تک خیر و برکت اور امن و سلامتی کا ہونا

اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا ہے سَلٰمٌ ھِیَ وہ شب سراپا سلام

---

[۱] ملفوظات مقالات حکمت ص ۹　　[۲] الجامع لاحکام القرآن ج ۲۰ ص ۱۳۱

ہے۔ اس کے مفسّرین نے بہت سے مطلب بیان کئے ہیں۔ ایک یہ کہ فرشتے ابتداء رات سے لے کر صبح صادق تک فوج در فوج آسمان سے زمین پر اترتے رہتے ہیں اور شب بیداروں اور عبادت گزاروں کو سلام کرتے ہیں یہ مطلب حضرت امام شعبی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ فرشتوں کے اس سلام کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ اس میں امتِ محمدیہ کی بڑی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے، کیونکہ پہلے فرشتے صرف انبیاء پر اترتے تھے وحی لے کر اور اب امتِ محمدیہ پر اترتے ہیں سلام و دعا کرنے کے لیے۔

دوسرا یہ کہ یہ رات شرور و آفات سے محفوظ و سلامت رہتی ہے، فرشتے اس میں خیرات و برکات اور سعادتیں لے کر اترتے ہیں کسی تکلیف دہ چیز کو لے کر نہیں اترتے۔

تیسرا یہ کہ رات تیز آندھیوں، بجلیوں اور کڑک سے سلامتی والی ہے یعنی یہ چیزیں اس میں نہیں ہوتیں یہ مطلب ابو مسلم رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔

چوتھا یہ کہ یہ رات شیطان کے شر سے سلامت ہے یعنی اس رات شیطان کسی قسم کی برائی اور ایذاء رسانی نہیں کر سکتا، یہ مطلب حضرت مجاہد تابعی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے۔ [1]

نواب قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ (م) تحریر فرماتے ہیں۔

"لیلۃ القدر میں اللہ رب العزّت کی رحمتِ خاص کی تجلّی آسمانِ دنیا پر غروبِ آفتاب کے وقت سے صبح تک ہوتی ہے، اس شب میں ملائکہ اور ارواحِ طیبّہ صلحاء اور عابدین سے ملاقات کے لیے اترتی ہیں، اسی مقدس رات میں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا یہی وہ شب ہے جس میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی، اسی شب میں آدم علیہ السلام کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا، اسی شب میں جنت میں درخت لگائے گئے، اس شب میں عبادت کا ثواب دوسرے اوقات کی عبادت سے کہیں زیادہ ہوتا ہے اور یہی وہ مقدس شب ہے جس میں بندہ کی زبان و قلب سے نکلی ہوئی دعا بارگاہِ رب العزّت میں قبولیت سے نوازی جاتی ہے۔" [2]

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے، اور اسی رات میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔

لیلۃ القدر میں عبادت کرنے سے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں

(۸) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ لَیْلَةَ الْقَدْرِ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ" [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں،

(۹) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّهٗ سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ فَالْتَمِسُوْهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فَاِنَّهَا فِیْ وِتْرٍ فِیْ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ اَوْ ثَلَاثٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ خَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ سَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ تِسْعٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ فِیْ اٰخِرِ لَیْلَةٍ فَمَنْ قَامَهَا اِبْتِغَاءَهَا اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا ثُمَّ وُفِّقَتْ لَهٗ غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ" [2]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے لیلۃ القدر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ رمضان میں ہوتی ہے تم اسے رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو وہ طاق راتوں میں ہوتی ہے، ۲۱ میں یا ۲۳ میں یا ۲۵ میں یا ۲۷ میں یا ۲۹ میں یا آخری شب میں جو شخص اس شب میں اسکی جستجو میں کھڑا ہوتا ہے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے پھر اسے وہ نصیب بھی ہو جاتی ہے تو اسکے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۲۷۰، مسلم ج ۱ ص ۲۵۹ ، [2] مسند احمد ج ۵ ص ۳۱۸ قال الهیثمی رواه احمد والطبرانی فی الکبیر وفیه عبد الله بن محمد بن عقیل وفیه کلام وقد وثق، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۵

(۱۰) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ فِي الْعَشْرِ الْبَوَاقِيْ مَنْ قَامَهُنَّ اِبْتِغَاءَ حِسْبَتِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَغْفِرُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ وَهِيَ لَيْلَةُ وِتْرٍ تِسْعٍ اَوْ سَبْعٍ اَوْ خَامِسَةٍ اَوْ ثَالِثَةٍ اَوْ آخِرِ لَيْلَةٍ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَمَارَةَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ اَنَّهَا صَافِيَةٌ بَلْجَةٌ كَاَنَّ فِيْهَا قَمَرًا سَاطِعًا سَاكِنَةٌ سَاجِيَةٌ لَا بَرْدَ فِيْهَا وَلَا حَرَّ وَلَا يَحِلُّ لِكَوْكَبٍ اَنْ يُّرْمٰى بِهٖ فِيْهَا حَتّٰى تُصْبِحَ وَاِنَّ اَمَارَتَهَا اَنَّ الشَّمْسَ صَبِيْحَتَهَا تَخْرُجُ مُسْتَوِيَةً لَيْسَ لَهَا شُعَاعٌ مِثْلَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَلَا يَحِلُّ لِلشَّيْطَانِ اَنْ يَّخْرُجَ مَعَهَا يَوْمَئِذٍ۔ [1]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے میں ہوتی ہے جو شخص اس عشرے میں ثواب کی نیت سے کھڑا ہوتا ہے، اللہ تبارک و تعالےٰ اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیتے ہیں، یہ طاق راتوں میں ہوتی ہے یعنی ۲۹ویں کو یا ۲۷ ویں کو یا ۲۵ ویں کو یا ۲۳ ویں کو یا آخری رات کو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس رات کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ وہ چمکدار اور کھلی ہوئی ہوتی ہے صاف و شفاف، گویا کہ اس میں چاند کھلا ہوا ہے، معتدل ہوتی ہے، نہ سرد نہ گرم، اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے، اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے، ایسا بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودھویں رات کا چاند، شیطان کے لیے روا نہیں ہے کہ اس دن کے سورج کے ساتھ نکلے،

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ (م ۱۴۰۲/ ۱۹۸۲) حدیث نمبر ۸) کے فائدہ میں تحریر فرماتے

---

[1] مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۴ قال الھیثمی رواہ احمد و رجالہ ثقات، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۵

"کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی کے حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی اور عبادت، تلاوت اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو، اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی بدنیتی سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو، خطابی رح کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کرکے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو بوجھ سمجھ کر بددلی سے نہیں اور کھلی بات ہے کہ جس قدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہوگا اتنا عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا، یہی وجہ ہے کہ جو شخص قربِ الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے عبادت میں انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے"

نیز یہ معلوم ہوجانا بھی ضروری ہے کہ حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہوتے ہیں اس لیے کہ قرآن پاک میں جہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے ان کو اِلَّا مَنْ تَابَ کے ساتھ ذکر کیا ہے اسی بناء پر علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے علماء اس کو صغائر کے ساتھ مقید فرمایا کرتے ہیں"۔ [1]

لیلۃ القدر میں شب بیداری کیسے کی جائے؟ شب قدر میں بھی شب بیداری کے لیے کوئی خاص طریقہ اور کوئی خاص عبادت مقرر نہیں ہے، اپنے طبعی نشاط کے ساتھ جس طرح بھی خدا کو یاد کرسکیں کریں،

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں،

"مناسب ہے کہ جتنی دیر جاگنا چاہے اس کے تین حصے کرے، ایک حصہ میں نوافل پڑھے، اور ایک حصہ میں تلاوت کلام اللہ کے اندر مشغول رہے، اور تیسرا حصہ استغفار، درود و شریف، دعا وغیرہ ذکر اللہ میں گزار دے (اللہ تعالیٰ کے ارشاد) "اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ" (جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے آپ اس کو پڑھا کیجئے، نماز کی پابندی رکھیئے، بیشک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی رہتی

---

[1] فضائل رمضان ص۴۵

ہے ، اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے) یس انہی تین عبادتوں نماز[۱] اور تلاوت[۲] کلام اللہ اور ذکر اللہ[۳] کو ایک جگہ جمع فرما دیا گیا ہے ۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا تو دریافت فرمایا کہ اب بزرگوں کی نسبت میں وہ کیفیت نہیں ہوتی جو پہلے بزرگوں کی نسبت میں وہ کیفیت نہیں ہوتی جو پہلے بزرگوں کی نسبت میں ہوتی تھی اس کی کیا وجہ ہے ؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے بزرگ تین چیزوں کی پابندی فرماتے تھے ، کثرتِ نوافل ، کثرتِ تلاوت اور کثرتِ ذکر اللہ ، اب اس زمانے میں ذکر اللہ کی کثرت کا تو بزرگوں کو کچھ خیال ہے مگر تلاوت اور نوافل کی کثرت کا اہتمام کم ہو گیا ہے اِلَّا نَادِرًا اس لیے نسبت مع اللہ کی کیفیت میں بھی فرق آ گیا ہے ۔" [۱]

لیلۃ القدر کی خاص دعا

(۱۱) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَيَّ لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا قَالَ "قُوْلِيْ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ" [۲]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے بتائیے اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کونسی رات شب قدر ہے تو میں اس رات اللہ سے کیا عرض کروں اور کیا دعا مانگوں ؟ آپ نے فرمایا یہ عرض کرو اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ اے میرے اللہ تو بہت معاف فرمانے والا ہے اور بڑا کرم فرما ہے اور معاف کر دینا تجھے پسند ہے پس تو میری خطائیں معاف فرما دے ۔

لیلۃ القدر کن راتوں میں ہوتی ہے؟

لیلۃ القدر کن راتوں میں ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس امر کو مخفی رکھا ہے ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی کوئی

---

[۱] مسائل و فضائل رمضان المبارک مشمولہ بارہ مہینوں کے فضائل و احکام ص ۲۱۶

[۲] ترمذی ج ۲ ص ۱۹۱ ، ابن ماجہ ص ۲۸۲ مسند احمد ج ۶ ص ۱۷۱ مستدرک حاکم ج ص شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۳۹

مستقل تعیین نہیں فرمائی اس لیے اس شب کی تعیین میں علماء کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں۔

(۱) امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مشہور قول یہ ہے کہ یہ تمام سال میں دائر رہتی ہے۔

(۲) حضرت قاضی ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے جو متعین ہے مگر معلوم نہیں۔

(۳) شافعیہ کا راجح قول یہ ہے کہ اکیسویں شب میں ہونا اقرب ہے۔

(۴) حضرت امام مالک و امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے، کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں،

جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں زیادہ امید ہے ذیل میں ہم اس سلسلہ کی چند احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں۔

(۱۲) عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِى الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ" [۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب قدر کو تلاش کرو رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں"

جمہور علماء کے نزدیک آخری عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے عام ہے کہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شب قدر کی تلاش ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-۲۹ ویں راتوں میں کرنا چاہیے۔

(۱۳) عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُرُوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِى الْمَنَامِ فِى السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرٰى رُؤْيَاكُمْ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بہت سے صحابہ کرام کو خواب میں شب قدر (رمضان کی) آخری سات راتوں میں دکھلائی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے سب کے خواب

---

[۱] بخاری ج ۱ ص ۲۷۰، مسند احمد ج ۶ ص ۷۳، سنن کبری بیہقی ج ۴ ص ۳۰۸۔

قَدْ تَوَاطَأَتْ فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ فَمَنْ كَانَ مُتَحَرِّيْهَا فَلْيَتَحَرَّهَا فِی السَّبْعِ الْاَوَاخِرِ» ۔[1]

آخری سات راتوں پر متفق ہیں لہٰذا جو شخص شب قدر پانا چاہیے تو وہ اسے آخری سات راتوں میں تلاش کرے ،

اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہے کہ آخری سات راتوں سے وہ راتیں مراد ہوں جو بیس کے فوراً بعد ہیں یعنی اکیسویں شب سے ستائیسویں شب تک ، یا سب سے آخری سات راتیں مراد ہوں یعنی تیئسویں شب سے انتیسویں شب تک ۔

(۱۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِلْتَمِسُوْهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ فِی رَمَضَانَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِی تَاسِعَةٍ تَبْقٰی فِی سَابِعَةٍ تَبْقٰی فِی خَامِسَةٍ تَبْقٰی» ۔[2]

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے رمضان کے آخری عشرہ میں تلاش کرو ، یعنی لیلۃ القدر کو تلاش کرو باقی ماندہ نویں شب میں (کہ وہ اکیسویں شب ہے) باقی ماندہ ساتویں شب میں (کہ وہ تیئسویں شب ہے) اور باقی ماندہ پانچویں شب میں (کہ وہ پچیسویں شب ہے)

اس حدیث مبارک میں ذکر کردہ راتوں کو اس طرح آخر سے بھی شمار کیا جا سکتا ہے کہ لیلۃ القدر کو تلاش کرو بیسویں شب کے بعد نویں رات میں کہ وہ انتیسویں رات ہے ، اور بیسویں شب کے بعد ساتویں رات میں کہ وہ ستائیسویں شب ہے ، اور بیسویں شب کے بعد پانچویں رات میں کہ وہ پچیسویں رات ہے ۔

(۱۵) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرما

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۲۷۰ مسلم ج ۱ ص ۳۶۹

[2] بخاری ج ۱ ص ۲۷۰

رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ "خَرَجْتُ لِاُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَّ فُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ"[1]

دیں مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخص میں جھگڑا ہو رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی کیا بعید ہے کہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو لہٰذا اب اس رات کو انتیسویں، ستائیسویں اور پچیسویں شب میں تلاش کرو

(۱۶) عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ يَقُوْلُ سَاَلْتُ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَخَاكَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ يَقُوْلُ مَنْ يَّقُمِ الْحَوْلَ يُصِبْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَقَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ اَرَادَ اَنْ لَّا يَتَّكِلَ النَّاسُ اَمَا اِنَّهٗ قَدْ عَلِمَ اَنَّهَا فِيْ رَمَضَانَ وَاَنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَاَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ ثُمَّ حَلَفَ لَا يَسْتَثْنِيْ اَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ فَقُلْتُ بِاَيِّ شَيْءٍ تَقُوْلُ ذٰلِكَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ قَالَ بِالْعَلَامَةِ اَوْ بِالْاٰيَةِ الَّتِيْ اَخْبَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهَا تَطْلُعُ يَوْمَئِذٍ لَا شُعَاعَ لَهَا"[2]

حضرت زِرّ بن حبیش رحؒ (جو اکابر تابعین میں سے ہیں) بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کے دینی بھائی عبداللہ بن مسعود رضؓ کہتے ہیں کہ جو کوئی پورے سال کی راتوں میں کھڑا ہوگا (یعنی ہر رات عبادت کیا کرے گا) اس کو شب قدر نصیب ہو ہی جائے گی (یعنی لیلۃ القدر سال کی کوئی نہ کوئی رات ہوتی ہے پس جو اس کی برکات کا طالب ہو اسے چاہیئے کہ سال کی ہر رات کو عبادت سے معمور کرے اس طرح

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۲۷۱

[2] مسلم ج ۱ ص ۳۷۰ ترمذی ج ۱ ص ۱۶۴ ابوداود ج ۱ ص ۱۹۵، مسند حمیدی ج ۱ ص ۱۸۵ صحیح ابن حبان صحیح بن خزیمہ ج ۳ ص ۳۲۱ سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۳۱۲ شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۳۰ فضائل الاوقات ص ۲۳۸۔

وہ یقینی طور پر شب قدر کی برکات پا سکے گا، زر بن جبیشؒ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ بات نقل کر کے حضرت ابی بن کعبؓ سے دریافت کیا کہ آپ کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے) انہوں نے فرمایا کہ بھائی ابن مسعودؓ پر خدا کی رحمت ہو ان کا مقصد اس بات سے یہ تھا کہ لوگ (کسی ایک رات کی عبادت پر) قناعت نہ کرلیں، ورنہ ان کو یہ بات یقیناً معلوم تھی کہ شب قدر رمضان ہی کے مہینہ میں ہوتی ہے اور اس کے بھی خاص آخری عشرہ ہی میں ہوتی ہے اور وہ متعین طور پر ستائیسویں شب ہے، پھر انہوں نے پوری قطعیت کے ساتھ قسم کھا کر کہا کہ وہ بلاشبہ ستائیسویں شب ہی ہوتی ہے (اور اپنے یقین واطمینان کے اظہار کے لیے قسم کے ساتھ) انشاء اللہ بھی نہیں کہا، زر بن حبیشؒ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ اے ابوالمنذر (یہ حضرت ابیؓ کی کنیت ہے) یہ آپ کس بنا پر فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں یہ بات اس نشانی کی بنا پر کہتا ہوں جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خبر دی تھی اور وہ یہ کہ شب قدر کی صبح کو جب سورج نکلتا ہے تو اس کی شعاع نہیں ہوتی،

(۱۷) عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِي سُفْيَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ سَبْعٍ وَّ عِشْرِيْنَ" [۱]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا کہ وہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔

(۱۸) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَعِنْدَهُ اَصْحَابُهُ فَسَاَلَهُمْ فَقَالَ اَرَئَيْتُمْ قَوْلَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں دیگر صحابہ کرام بھی تشریف فرما تھے، حضرت عمر رضی اللہ

---

[۱] ابوداود ج ۱ ص ۱۹۷ صحیح ابن حبان ج ۵ ص ـــ سنن کبریٰ بیہقی ج ۴ ص ۳۱۲ فضائل الاوقات ص ۲۴۱ وقال محققہ اسنادہ صحیح ۔

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ
اِلْتَمِسُوْهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وِتْرًا
اَيُّ لَيْلَةٍ تَرَوْنَهَا ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ
لَيْلَةَ اِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ وَقَالَ
بَعْضُهُمْ لَيْلَةَ ثَلَاثٍ وَقَالَ
بَعْضُهُمْ لَيْلَةَ خَمْسٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ
لَيْلَةَ سَبْعٍ فَقَالُوْا : وَاَنَا سَاكِتٌ
فَقَالَ مَالَكَ لَا تَكَلَّمُ ؟ فَقُلْتُ
اِنَّكَ اَمَرْتَنِيْ اَلَّا اَتَكَلَّمَ حَتّٰى
يَتَكَلَّمُوْا فَقَالَ مَا اَرْسَلْتُ
اِلَيْكَ اِلَّا لِتَكَلَّمَ فَقَالَ اِنِّيْ
سَمِعْتُ اللّٰهَ يَذْكُرُ السَّبْعَ فَذَكَرَ
سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَمِنَ الْاَرْضِ
مِثْلَهُنَّ وَخَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ
سَبْعٍ وَنَبْتُ الْاَرْضِ سَبْعٌ فَقَالَ
عُمَرُ هٰذَا اَخْبَرْتَنِيْ مَا اَعْلَمُ
اَرَاَيْتَ مَا لَا اَعْلَمُ قَوْلَكَ
نَبْتُ الْاَرْضِ سَبْعٌ قَالَ قُلْتُ
قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّا شَقَقْنَا
الْاَرْضَ شَقًّا فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا
حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا
وَّنَخْلًا وَحَدَائِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً
وَّاَبًّا قَالَ فَالْحَدَائِقُ غُلْبٌ

عنہ نے ان سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو، تم لوگوں کا کیا خیال ہے وہ کون سی رات ہوسکتی ہے ؟ کسی نے کہا اکیسویں، کسی نے کہا تیئسویں کسی نے کہا پچیسویں، کسی نے کہا ستائیسویں میں خاموش بیٹھا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بھئی تم بھی کچھ بولو میں نے عرض کیا کہ جناب ہی نے تو فرمایا تھا کہ جب یہ بولیں تو تم نہ بولنا۔ آپ نے فرمایا بھئی تمہیں تو اسی لیے بلوایا گیا ہے کہ تم بھی کچھ بولو۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سات چیزوں کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ سات آسمان پیدا فرمائے، سات زمینیں پیدا فرمائیں، انسان کی تخلیق سات درجات میں فرمائی، انسان کی غذا زمین سے سات چیزیں پیدا فرمائیں۔ (اس لیے میری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں شب ہوگی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو چیزیں تم نے ذکر کی ہیں ان کا تو ہمیں بھی علم ہے یہ بتلاؤ یہ جو تم کہہ رہے ہو انسان کی غذا زمین سے سات چیزیں پیدا فرمائیں وہ کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں موجود ہیں (ترجمہ) ہم نے عجیب طور پر زمین کو

الْحِيطَانِ مِنَ النَّخْلِ وَالشَّجَرِ وَ فَاكِهَةٍ وَ اَبًّا فَالْاَبُّ مَا اَنْبَتَتِ الْاَرْضُ مِمَّا يَاْكُلُ الدَّوَابُّ وَالْاَنْعَامُ وَلَا يَاْكُلُهُ النَّاسُ فَقَالَ عُمَرُ لِاَصْحَابِهٖ اَعَجَزْتُمْ اَنْ تَقُوْلُوْا كَمَا قَالَ هٰذَا الْغُلَامُ الَّذِىْ لَمْ تَجْتَمِعْ شُئُوْنُ رَاْسِهٖ وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاَرَى الْقَوْلَ كَمَا قُلْتُ ،، [1]

پھاڑا پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کیا ، میں نے عرض کیا کہ حدائق سے مراد کھجوروں درختوں اور میووں کے گنجان باغ ہیں اور ابّ سے مراد زمین سے نکلنے والا چارہ ہے جو جانور کھاتے ہیں انسان نہیں ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم سے وہ بات نہ ہو سکی جو اس بچے نے کہہ دی جس کے سر کے بال بھی ابھی مکمل نہیں ہوئے بخدا میرا بھی یہی خیال ہے جو یہ کہہ رہا ہے ،

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا " اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں پیدا کی ہیں ، سات آسمان پیدا کئے ہیں (ہفتہ کے) سات دن بنائے ہیں ، زمانہ بھی سات میں دائر ہے ، انسان کی تخلیق سات درجات میں فرمائی ، وہ سات زمینی چیزیں کھاتا ہے ، سات اعضاء پر سجدہ کرتا ہے طواف کے چکر سات ہیں ، شیطانوں کو سات سات کنکریاں ماری جاتی ہیں ،، [2]

درمنثور کی روایت میں آپ سے یہ بھی منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سبع مثانی عطا فرمائے ، یعنی سورۂ فاتحہ جس کی سات آیات ہیں ، اللہ تعالیٰ نے جن عورتوں سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے وہ بھی سات ہیں ، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں میراث میں بھی سات شخصوں کے حصّے بیان فرمائے ہیں ، صفا و مروہ کے چکر بھی سات رکھے ہیں ۔

آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ لفظ " لیلۃ القدر ،، میں کل نو حرف ہیں اور یہ سورۃ القدر میں تین مرتبہ آیا ہے ، نو کو تین سے ضرب دیں تو ۲۷ بنتے ہیں ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ " لیلۃ القدر "

---

[1] شعب الایمان ج ۳ ص ۳۳۰ ، [2] فضائل الاوقات ص ۲۴۳ ۔

ستائیسویں شب ہی ہے"۔ [1]

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

" صحیح روایات میں آیا ہے کہ (حضرت) عثمان بن ابی العاص رضؓ کا ایک غلام تھا کہ سالہا سال جہازوں کی ملّاحی کی تھی ، ایک روز ان سے کہنے لگا کہ دریا کے عجائبات میں ایک چیز میرے تجربہ میں ہے کہ میری عقل اس سے حیران ہے کہ دریائے شور کا پانی سال میں ایک رات میٹھا ہو جاتا ہے ، حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے اس سے کہا کہ جب وہ رات آئے تو تو مجھ کو خبر کرنا دیکھوں تو وہ کونسی رات ہے اور کیا بزرگی رکھتی ہے اس غلام نے ستائیسویں کو رمضان المبارک کی اُن سے کہا کہ یہ رات وہی ہے"۔ [2]

حضرت عبدہ بن ابی لبابہ تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۔

" میں نے رمضان کی ستائیسویں شب میں سمندر کا پانی چکھا تو وہ نہایت شیریں تھا"۔ [3]

حضرت یحییٰ بن ابی مَیَسَرہ　　فرماتے ہیں۔

" میں نے رمضان کی ستائیسویں شب میں بیت اللہ کا طواف کیا ، مجھے دکھائی دیا کہ فرشتے فضا میں بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں"۔ [4]

حضرت ابو عثمان الزاھد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو محمد مصریؒ کو مکہ مکرمہ میں یہ فرماتے ہوتے سنا کہ ،

" میں مصر میں ایک مسجد میں معتکف تھا میرے پاس ابو علیؒ اللعکی تشریف فرما تھے مجھے نیند آنے لگی میں نے خواب میں دیکھا گویا آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور فرشتے

---

[1] تفسیر کبیر ج ۳۲ ص ۳۰

[2] تفسیر عزیزی پ ۳۰ ص ۲۳۵ یہ واقعہ تفسیر کبیر میں سورۃ القدر کی تفسیر میں بھی درج ہے ۔

[3] فضائل الاوقات ص ۲۴۸ شعب الایمان ج ۳ ص ۳۳۲ ۔

[4] فضائل الاوقات ص ۲۴۸ شعب الایمان ج ۳ ص ۳۳۲ ۔

"تکبیر و تہلیل کہتے ہوئے اتر رہے ہیں میں بیدار ہوا اور جی میں کہنے لگا کہ آج کی شب ضرور لیلۃ القدر معلوم ہوتی ہے یہ شب ستائیسویں رات تھی"۔ ؎۱

ان تمام روایات و واقعات سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ اوّل تو ہمیں سارے رمضان کی راتوں میں اللہ کی طاعت وعبادت میں لگے رہنا چاہیئے۔ اگر یہ مشکل ہو تو آخری عشرے کی طاق راتوں میں شب قدر کی جستجو کرنی چاہیئے اگر یہ بھی دشوار ہو تو آخری درجہ یہ ہے کہ کم ازکم ستائیسویں شب کو تو غنیمتِ باردہ سمجھتے ہوئے ضرور ہی اس کی جستجو میں لگنا چاہیئے، حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک بڑی دولت ہے جس کا حصول بہت بڑی سعادت ہے جس کے مقابلہ میں دنیا بھر کی نعمتیں اور راحتیں ہیچ ہیں اور اس سے محرومی بڑی شقاوت اور بدنصیبی کی بات ہے۔

شب قدر سے محرومی بڑی محرومی ہے

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

(۱۹) "اِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهٗ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا اِلَّا مَحْرُوْمٌ" ؎۲

تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا وہ ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہی ہے

اس لیے ضرور اس کی جستجو میں رہنا چاہیے اور کوشش کرنی چاہیئے کہ ان شبوں میں مغرب، عشاء اور فجر کی نماز ضرور جماعت کے ساتھ پڑھی جائے بعض احادیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ جو شخص ان راتوں میں مغرب، عشاء اور فجر جماعت کے ساتھ پڑھے اسے شب قدر سے کسی قدر حصہ مل جاتا ہے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

(۲۰) "مَنْ صَلَّى الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ فِيْ　　جس شخص نے سارے رمضان مغرب اور

؎۱ فضائل الاوقات ص۲۴۹

؎۲ ابن ماجہ ص۱۲۰

جَمَاعَۃٍ حَتّٰی یَنْقَضِیَ شَہْرُ رَمَضَانَ　　عشاء جماعت کے ساتھ پڑھی اس نے
فَقَدْ اَصَابَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ بِحَظٍّ　　شب قدر کا معتد بہ حصّہ پالیا ،
وَّافِرٍ"۔ ؁

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

(۲۱) " مَنْ صَلَّی الْعِشَاءَ الْاٰخِرَۃَ　　جس نے سارے رمضان المبارک میں عشاء
فِی جَمَاعَۃٍ فِی رَمَضَانَ فَقَدْ　　کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اس نے لیلۃ القدر
اَدْرَکَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ" ؁　　کو پالیا ،

حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

(۲۲) " مَنْ شَہِدَ الْعِشَاءَ مِنْ لَیْلَۃِ　　جو شخص شب قدر کو عشاء کی جماعت میں حاضر ہوا
الْقَدْرِ فَقَدْ اَخَذَ بِحَظِّہٖ مِنْہَا " ؁　　اس نے شب قدر کا ثواب حاصل کرلیا۔

حضرت محمد بن الحنفیہ کے صاحبزادے حسن حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

(۲۳) " مَنْ صَلَّی الْعَتَمَۃَ کُلَّ لَیْلَۃٍ　　جس شخص نے سارے رمضان عشاء کی
فِی شَہْرِ رَمَضَانَ حَتّٰی یَنْسَلِخَ　　نماز جماعت سے پڑھی اس نے شب قدر
فَقَدْ قَامَ اَظُنُّہٗ اَرَادَ بِالْجَمَاعَۃِ" ؁　　میں قیام کیا ،

لیلۃ القدر کی علامات

احادیث مبارکہ میں لیلۃ القدر کی کچھ علامات ذکر کی گئی ہیں چند ایک یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

؁ فضائل الاوقات صـ۲۶۰ شعب الایمان ج ۳ صـ۳۴۰

؁ فضائل الاوقات صـ۲۶۱ شعب الایمان ج ۳ صـ۳۴۰

؁ مؤطا امام مالک صـ۲۶۰ ، شعب الایمان ج ۳ صـ۳۳۹ فضائل الاوقات صـ۲۶۲

؁ شعب الایمان ج ۳ صـ۳۴۰

لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا

(۲۴) " لَيْلَةٌ سَمْحَةٌ طَلِقَةٌ لَا حَارَّةٌ وَلَا بَارِدَةٌ تُصْبِحُ شَمْسُهَا صَبِيحَتَهَا ضَعِيفَةً حَمْرَاءَ "[۱]

یہ ایک نرم، چمکدار رات ہے نہ گرم نہ سرد اس کی صبح سورج کمزور اور سرخ طلوع ہوتا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث پیچھے ذکر کی جا چکی ہے جس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد مروی ہے۔

" وَمِنْ اَمَارَاتِهَا اَنَّهَا لَيْلَةٌ بُلْجَةٌ صَافِيَةٌ سَاكِنَةٌ لَا حَارَّةٌ وَلَا بَارِدَةٌ كَاَنَّ فِيهَا قَمَرًا وَاَنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ فِي صَبِيحَتِهَا مُسْتَوِيَةً لَا شُعَاعَ لَهَا "

اس رات کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ وہ چمکدار کھلی ہوئی ہوتی ہے صاف و شفاف، معتدل ہوتی ہے، نہ گرم نہ سرد گویا کہ اس میں چاند کھلا ہوا ہے اور اس کے بعد کی صبح کو سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

" وفی الحديث : ان الشيطن لا يخرج في هذه الليلة حتى يضيئ فجرها ولا يستطيع ان يصيب فيها احدا بخبل ولا شيئ من الفساد ولا ينفذ فيها سحر ساحر " [۲]

حدیث میں آتا ہے کہ اس رات صبح روشن ہونے تک شیطان نہیں نکلتا اور نہ اسے کسی کے ساتھ فتنہ و فساد کرنے کی ہمت ہوتی ہے، اور نہ اس رات کسی جادوگر کا جادو چلتا ہے۔

نیز پیچھے گزر چکا ہے کہ اس رات دریا ، شور کا پانی میٹھا ہو جاتا ہے، حضرت شیخ الحدیث

---

[۱] شعب الایمان للبیہقی ج ۳ ص ۳۴۰ ، ابن خزیمہ ج ۳ ص ۳۳۱ منحۃ المعبود ج ۱ ص ۲۰۱ کشف الاستار ج ۱ ص ۴۸۶

[۲] الجامع لاحکام القرآن ج ۲۰ ص ۱۳۷

مولانا محمد زکریا صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"مشائخ نے لکھا ہے کہ شب قدر میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے حتٰی کہ درخت زمین پر گر جاتے ہیں اور پھر اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں" [1]

مگر یہ بات ذہن میں رہنی چاہیئے کہ ان امور کا تعلق کشف سے ہے صاحب کشف اہل اللہ پر ان چیزوں کا انکشاف ہو جاتا ہے، ہمیں یہ چیزیں محسوس ہوں یا نہ ہوں ہمیں اس کی پرواہ کیے بغیر شب قدر کی جستجو میں لگے رہنا چاہیئے۔

لیلۃ القدر کے مخفی رکھنے میں کیا حکمت ہے؟

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر اہم اور فضیلت والی رات کو متعین کر کے کیوں نہیں بتلا دیا گیا اس کے مخفی رکھنے میں کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے مخفی رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں جن کا جاننا ہمارے لیے ضروری نہیں، علماء کرام نے چند مصلحتیں ذکر فرمائی ہیں اختصار کے ساتھ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

(۱) اگر یہ تعیین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طبیعتیں ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتیں اور عدم تعیین کی صورت میں اس احتمال پر کہ شاید آج ہی شب قدر ہو متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہو جاتی ہے۔

(۲) بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کئے بغیر ان سے رہا ہی نہیں جاتا شب قدر کو متعین کر دینے کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں معصیت کی جرأت کی جاتی تو یہ بہت خطرناک ہوتا، مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک شخص سو رہا ہے، آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اسے جگا دو تاکہ یہ وضو کر لے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جگا تو دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ تو نیکیوں میں بہت زیادہ سبقت لے جانے والے ہیں آپ نے خود کیوں نہیں جگا دیا آپ نے فرمایا مبادا یہ انکار کر بیٹھتا اور میرے کہنے پر انکار کفر ہوتا تمہارے کہنے سے انکار پر کفر نہیں

---

[1] فضائل رمضان ص۵۹

ہوگا اسی طرح حق سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت نے گوارا نہ کیا کہ اس عظمت والی رات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ پر جرأت کرے کیونکہ جیسے اس شب کے پالنے پر ہزار مہینوں کی عبادت کا ثواب ملتا ہے اسی طرح اس شب میں گناہ کرنے پر ایک ہزار مہینوں کا گناہ بھی ہوتا ہے۔

(۳) شب قدر کو متعین کر دینے کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا جاگنا نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی ایک دو رات تو کم از کم ہر شخص کو میسر ہو ہی جاتی ہیں۔

(۴) شب قدر کے متعین نہ ہونے کی صورت میں جتنی راتیں اس کی طلب و جستجو میں خرچ ہوتی ہیں ان سب کا مستقل ثواب ملتا ہے۔

(۵) رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ شانہٗ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا۔ شب قدر کو متعین نہ کرنے کی صورت میں تفاخر کا زیادہ موقع ہے کہ بندے باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال اور خیال پر رات رات بھر جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں جب احتمال پر اتنی کوشش کر رہے ہیں تو اگر بتلا دیا جاتا کہ یہی شب قدر ہے تو پھر ان کی کوششوں کا کیا حال ہوتا۔ [۱]

اللہ تعالیٰ نے شب قدر کو دیگر بہت سی چیزوں کیطرح مخفی رکھا ہے

ایسے ہی مصالح اور حکم کے تحت اللہ تعالیٰ نے بہت سی اہم چیزوں کو مخفی فرما دیا ہے مثلاً

(۱) اپنی رضامندی کو طاعت و عبادت میں مخفی رکھا ہے تاکہ لوگ تمام طاعات میں لگیں،

(۲) اپنے غصہ کو معاصی اور گناہوں میں مخفی رکھا ہے تاکہ لوگ ہر قسم کے گناہ سے بچیں۔

(۳) اپنے اولیاء کو لوگوں کے درمیان مخفی کر دیا تاکہ لوگ سب ہی کی تعظیم کریں۔

(۴) قبولیتِ دعا کو مخفی رکھا تاکہ لوگ مبالغہ کے ساتھ ہر قسم کی دعائیں کریں۔

(۵) اسمِ اعظم کو مخفی رکھا تاکہ لوگ اللہ کے ہر نام کی تعظیم کریں

---

[۱] یہ حکمتیں ہم نے فضائل رمضان سے معمولی تغیر کے ساتھ نقل کی ہیں۔

(۶) صلوٰۃ وسطیٰ (درمیانی نماز) کو مخفی رکھا تاکہ لوگ تمام نمازوں کی حفاظت کریں۔
(۷) قبولیت توبہ کو مخفی رکھا تاکہ لوگ جس طرح بن پڑے توبہ کرتے رہیں۔
(۸) موت کے وقت کو مخفی رکھا تاکہ لوگ ہر وقت ڈرتے رہیں۔
(۹) ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے شب قدر کو مخفی رکھا تاکہ لوگ رمضان کی تمام راتوں کی تعظیم کریں[۱]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ لیلۃ القدر اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر ایک انتہائی بابرکت رات ہے اس رات کو غنیمت جانتے ہوئے جس طرح بھی بن پڑے مولائے کریم کو منانے کی فکر کرنی چاہیئے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیئے اور ایسا طرز ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیئے جس سے اس کی بے وقعتی اور لاپرواہی جھلکتی ہو، اس سے محرومی بہت بڑی سعادت اور خیر سے محرومی ہے۔

شب قدر میں کی جانے والی منکرات

پیچھے ہم شب معراج اور شب براءت کے تحت اُن راتوں میں کی جانے والی بہت سی بدعات و رسومات ذکر کر آئے ہیں بدقسمتی سے کچھ منکرات و رسومات اس رات میں بھی کی جاتی ہیں ہمیں ان سے حتی الوسع پرہیز کرنا چاہیئے۔

(۱) اس شب میں بھی مسجدوں میں چراغاں کیا جاتا ہے یہ اسراف میں داخل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے

(۲) بہت سے لوگ اس شب میں صلوٰۃ التسبیح جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں یہ صحیح نہیں کیونکہ نفلوں کی جماعت کو فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے اگر کسی نے صلوٰۃ التسبیح پڑھنی ہو تو ضرور پڑھے لیکن تنہا۔

(۳) آج کل بہت سی مسجدوں میں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ستائیسویں شب کو اجتماعی دعا ہو گی سب لوگ اس میں شریک ہوں چنانچہ اس شب کو بڑے اہتمام سے دعا کی جاتی ہے اور دور دور سے لوگ اس میں شرکت کے لیے آتے ہیں، اسلاف اور اکابر سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ بجائے دُعا قبول ہونے کے بدعت کا گناہ ہو لہٰذا اس طریقے سے بچنا ہی بہتر ہے۔

و ما علینا الا البلاغ المبین

---

[۱] یہ چیزیں تفسیر کبیر ج ۳۲ ص ۲۸ میں مذکور ہیں۔

دارالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالواحد
مدرّس و نائب مُفتی و فاضلِ جامعہ مدنیّہ

سوال: مدارس دینیہ میں اکثریّت ایسے مدارس کی ہے جن کے وسائل آمدنی کا کل یا اکثر حصّہ زکوٰۃ و صدقات واجبہ پر مشتمل ہے۔ مدارس کے اخراجات میں طلبا پر خرچ ہونے والے براہِ راست مصارف عام طور پر یہ ہیں۔

(۱) طلباء کو کپڑے دے دیئے جائیں۔ اس میں تملیک کی کوئی صُورت اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔
(۲) بطورِ انعام کتابیں دیدی جائیں۔ 〃 〃 〃 〃 〃
(۳) کھانا تقسیم کر دیا جائے اور طلباء کو مالک بنا دیا جائے۔ 〃 〃 〃 〃 〃

لیکن ان صورتوں کے علاوہ

(۱) اگر طلباء کو بٹھا کر کھانا کھلایا جائے تو یہ صُورت اباحت کی ہے تملیک کی نہیں۔
(۲) کُتب خانہ کے لیے کُتب خریدی جائیں جن میں سے طلبا کو پڑھنے کے لیے مستعار کُتب دی جائیں اور سال ختم ہونے پر واپس لے لی جائیں۔
(۳) اساتذہ وملازمین کی تنخواہیں۔
(۴) درسگاہیں اور عملہ کے لیے مکانات کی تعمیر۔
(۵) بجلی، پانی، گیس اور فون وغیرہ کے اخراجات۔
(۶) مدرسہ کی تشہیر پر خرچ ہونے والے مصارف۔
(۷) جلسہ دستار بندی یا عام اجتماعات کے مصارف۔
(۸) مدرسہ کی طرف سے دعوت و تبلیغ پر مشتمل شائع ہو کر مفت تقسیم ہونے والا لٹریچر جس کی تقسیم

میں مصرفِ زکوٰۃ اور غیر مصرف کا امتیاز نہیں ہوتا۔

(۹) مدارس کی ضرورت سے مہتمم، ناظم یا دیگر افراد کے مصارفِ سفر یا مدعوین علماء کے مصارفِ سفر۔

(۱۰) اکرام ضیوف پر خرچ ہونے والے مصارف

وغیر ذالك مما لا یخفیٰ علی ارباب العلم

یہ اور اسی قسم کی دوسری مدات میں صرف ہونے والے مصارف اس صورت میں جبکہ مدارس کی آمدنی صرف زکوٰۃ وصدقات واجبہ ہی ہوں عام عطیات کی رقم نہ ہو یا بقدرِ کفایت ہو تو تملیک کے بغیر پورے نظام کو جاری رکھنا اربابِ انتظام کے لیے مشکل ترین امر ہے۔

اس صورتحال میں تملیک کی مختلف صورتیں سامنے آئی ہیں جو آں معظّم کے علم میں بھی ہوں گی تاہم اجمالاً پیش خدمت ہیں آپ سے التماس ہے کہ ان صورتوں پر بھی غور فرما لیجیے۔ نیز ان کے علاوہ آں معظّم کی وسعتِ علمی اگر کوئی اور صورت تجویز فرما دے تو منتظمینِ مدارس پر احسانِ عظیم ہوگا۔

جواب: الف، حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ کا فتوٰی ہے کہ

"مہتمم مدرسہ کا قیم و نائب جملہ طلبا جیسا امیر نائب جملہ عالَم کا ہوتا ہے۔ پس جو شے کسی نے مہتمم کو دی مہتمم کا قبضہ خود طلبہ کا قبضہ ہے۔ اس کے قبضہ سے ملکِ معطی سے نکلا اور ملک طلبہ کا ہو گیا اگرچہ وہ مجہول الکمیت و الذوات ہوں مگر نائب معین ہے۔"

ب۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ کا فتوٰی ہے کہ

"اہلِ مدرسہ مثل عمال بیت المال معطیین و آخذین کی طرف سے وکلاء ہیں"۔

حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے اس پر یہ اشکال پیش کیا کہ

"عمال بیت المال منصوب مِنَ السلطان ہیں سلطان کی ولایت عامہ ہے اس لیے وہ سب کا وکیل بن سکتا ہے اور مقیس میں ولایت عامہ نہیں اس لیے آخذین کا وکیل کیسے بنے گا کیونکہ نہ توکیل صریح ہے نہ دلالۃً اور مقیس علیہ میں دلالۃً ہے ———— کہ سب اس کے زیرِ طاعت ہیں اور وہ واجب الاطاعت ہے۔

اس کا جواب مولانا سہارن پوری رحمہ اللہ نے یوں دیا۔

بندہ کے خیال میں سلطان میں دو وصف ہیں ایک حکومت جس کا ثمرہ تنفیذ حدود و قصاص

دوسرا انتظام حقوق عامہ امرا اوّل میں کوئی اس کا قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ امر ثانی میں اہلِ حل وعقد بوقتِ ضرورت قائم مقام ہوسکتے ہیں وجہ یہ کہ اہل حل وعقد کی رائے ومشورہ کے ساتھ نصبِ سلطان وابستہ ہے جو بابِ انتظام سے ہے لہٰذا مالی انتظام مدارس جو برضاءِ مُلاک و طلبہ ابقائے دین کے لیے کیا گیا ہے۔ بالاولی معتبر ہوگا اور ذرا غور فرماویں انتظام جمعہ کے لیے عامہ کا نصب امام معتبر ہونا ہی جزئیات میں اس کی نظیر شاید ہوسکے۔ (امداد الفتاوی، ج:۶، ص: ۲۶۳ تا ۲۶۶)

ج ۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"حضرت گنگوہی کے اس مدلّل فتوی اور حضرت مولانا خلیل احمد قدس اللہ سرّہٗ کی تحقیق اور اس پر حضرت حکیم الامّت رحمہ اللہ کی تسلیم وتصدیق کے بعد مسئلہ میں تو کوئی اشکال نہیں رہا۔"

(فتاوی دار العلوم ۔ مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ)

ان عبارات سے اتنی بات تو بالکل عیاں ہے کہ مہتمم مدرسہ زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے میں مثل امیر کے ہے ۔ لہٰذا مدرسہ کا خزانہ مثل بیت المال کے ہوا، البتہ اتنا فرق ہوگا کہ بیت المال میں تمام فقراء اور تمام اصناف کا حق ہوتا ہے جبکہ مدرسہ کا خزانہ اس بڑے بیت کی ایک ذیلی شاخ ہوکر صرف مستحق طلبہ کے لیے مختص ہے اور جس طرح بیت المال سے زکوٰۃ وصدقات کی وصولی کے وقت موجود اور بعد میں ہونے والے مستحقین دونوں ہی استفادہ کرسکتے ہیں۔ اسی طرح مدرسے کے زکوٰۃ وصدقات کے فنڈ یا بیت المال سے مدرسہ میں فی الوقت موجود اور بعد میں آنے والے طلبہ (یعنی آئندہ سالوں میں آنے والے) متمتع ہوسکتے ہیں۔ جب یہ حقیقت واضح ہوگئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ تملیک کے کسی بھی مروجہ طریقے کو اختیار کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ وہ سب اس پر مبنی ہیں کہ مہتمم صرف معطیین کا وکیل ہے آخذین کا نہیں۔

اِس وقت جو صورت اختیار کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ مہتمم ہر مستحق طالب علم کا ماہانہ وظیفہ مقرر کردے اور یہ وظیفہ اس کو پکڑا بھی دیا جائے پھر اس میں سے کچھ رقم چھوڑ کر (کہ جو طالب علم کے ناشتے اور بعض دیگر ضروریات کے لیے ہو) باقی رقم قیام طعام اور تعلیم کے اخراجات کی مد میں اس سے لے لی جائے۔ مثلاً آٹھ سو روپے اس کو دئے اور اس میں سے سات سو روپے اس سے مذکورہ اخراجات کے لیے لے لیئے۔

اس طریقے سے

طعام کے اخراجات ـــــ تو واضح ہیں۔

قیام کے اخراجات ـــــ میں سے بجلی گیس پانی، مدرسہ کے خدمتی عملہ کی تنخواہیں (بشمول اُن کی رہائش)، مدرسہ کی تعمیر و مرمّت کے خرچے نکالے جا سکتے ہیں۔

تعلیم کے اخراجات ـــــ میں سے اساتذہ کی تنخواہیں اور اُن کی رہائش کے خرچے نکالے جا سکتے ہیں۔

اس کے بعد صرف چند ہی اخراجات رہ جاتے ہیں مثلاً مدرسہ کی تشہیر درسی وغیر درسی کُتب اور اکرام ضیوف وغیرہ تو اُن کے لیے غیر زکوٰتی فنڈ میں موصول ہونے والے چندوں سے کام نکالا جائے۔ اگر کہیں بہت ہی مجبوری ہو تو یہ صورت بھی اختیار کی جا سکتی ہے کہ کسی مستحقِ زکوٰۃ کو قرض دلوا کر اس سے مدرسہ کے لیے چندہ دِلوا دیا جائے۔ پھر بعض معطیین کو (کہ جو صورتحال کو سمجھتے ہوں) بتا دیا جائے کہ یہ مستحق شخص مدرسہ کو فلاں مد میں چندہ دینے کی بناء پر مقروض ہے لہٰذا وہ اس کو زکوٰۃ ادا کر دیں۔

اس طریقۂ کار میں ایک اور آسانی یہ اختیار کی جا سکتی ہے کہ شروع سال میں طلبہ سے ایک فارم پر دستخط کرا لیے جائیں کہ وہ مدرسہ کے مقرّر کیے ہوئے ایک ملازم کو اپنا وکیل[1] مقرر کرتے ہیں جو مہتمم سے اُن کا وظیفہ وصول کرے اور اس میں سے مدرسہ کے مطلوبہ اخراجات ادا کرے اور بقیہ رقم (جو اُن کے ناشتے وغیرہ کی ہو) اُن کو ادا کر دے۔ اس میں مدرسے کے لیے انتظامی سہولت بھی ہے اور اس اندیشے کا سدباب بھی ہے (اگرچہ یہ اندیشہ ضعیف ہے) کہ طلبہ اساتذہ کو اپنا تنخواہ دار ملازم سمجھنے لگیں گے۔ سدِّباب کی وجہ یہ ہے کہ پیسہ طلبہ کے ہاتھ میں آنے سے یہ فاسد خیال پیدا ہو سکتا تھا تو جب طلبہ کے ہاتھ میں پیسہ آئے گا ہی نہیں تو اس خیالِ فاسد کی

---

[1] یہاں یہ خیال ہو سکتا ہے کہ جب مہتمم طلبہ کا پہلے ہی سے وکیل تسلیم کیا گیا ہے تو اب کسی دوسرے کو وکیل بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ معطیین سے مہتمم کا زکوٰۃ پر قبضہ طلبہ مجہول الکمیت والذوات کی جانب سے ہوا جیسا کہ عامل بیت المال میں ہوتا ہے لیکن زکوٰۃ کی آگے ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ یا تو خود طالب علم کو زکوٰۃ دی جائے یا اس کے مقرّر کیے ہوئے کسی وکیل کو جیسا کہ بیت المال میں ہوتا ہے۔ فقط۔

راہ بھی رُکی رہے گی۔

ذیل میں دو تنبیہات ذکر کی جاتی ہیں۔

تنبیہ نمبر ۱: تعلیم کے اخراجات میں درسی کُتب بھی شامل کی جا سکتی ہیں۔ اس کے لیے طلبہ سے اس شق پر دستخط کرائے جا سکتے ہیں کہ اُن کی تعلیم کی خاطر جو کُتب خریدی جائیں گی وہ مدرسہ کے لیے وقف ہوں گی۔ اسی طرح مدرسہ کی تعمیر کے لیے بھی فارم میں شق داخل کی جا سکتی ہے۔

تنبیہ نمبر ۲: دستخط کرانے کے لیے فارم میں یہ شق بھی ضروری ہوگی کہ اگر دورانِ ماہ وہ طالب علم مدرسہ چھوڑ گیا یا کسی وجہ سے اس کا اخراج کیا گیا تو بقیہ رقم مدرسہ میں چندہ تصوّر ہوگی۔ دورانِ ماہ اگر کسی طالب علم کا انتقال ہو جائے تو چونکہ یہ نادر ہے۔ لہٰذا اگر کبھی ایسا ہوا اور حساب لگا کر باقی رقم اس کے وارثوں کے حوالے بھی کر دی جائے تو یہ بات کسی مشکل کا باعث نہ ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بقیہ: درسِ قرآن حکیم

پہلے نہیں ہونا تو جو اس چھ مہینے کو نہ مانے اور دو ہی مہینے بعد مطالبہ کرنے لگے کہ اگر تو سچا ہے تو دکھلا وہ دانہ، وہی کفار کی مثال ہے کہ قیامت اپنے وقت پہ آئے گی انھوں نے جھٹلا کے کہا کہ صاحب آنی ہے تو آج ہی کیوں نہیں آجاتی تو معلوم ہوا کہ یہ سوال بالکل غیر معقول ہے اور جہالت پر مبنی ہے۔ معقول پسندی پر مبنی نہیں ہے صرف ڈھینگا ڈھانگی ہے ہٹ دھرمی ہے کہ ماننا نہیں ہے پیغمبر کی بات، صرف اِدھر اُدھر کے سوالات میں اُلجھا دو، لیکن اللہ کے معاملات میں اُلجھاوا چلتا نہیں فوراً دودھ الگ ہو جاتا ہے پانی الگ۔

دینِ اسلام دینِ فطرت ہے

اس لیے کہ دین فطرت کا دین ہے اس کی تمام منقول چیزیں معقول بھی ہیں جب عقل اور نقل سے ثابت ہو تو دوسرا مجبور ہو کر چُپ ہوگا اور نا معقول ہی اس کا قائل ہوگا، تو قرآن کریم میں پہلے تو ان کا سوال نقل کیا وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ کہتے ہیں کہنے والے کہ صاحب وہ کب کو آئے گی قیامت؟ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ ناں کب کو آئے گی کوئی تاریخ بتلاؤ یا آج ہی لے آؤ اس قیامت کو حق تعالیٰ نے اُن کو دفع کرنے کے لیے جواب دیا کہ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ اے پیغمبر آپ فرما دیجیے بھئی مجھے کچھ خبر نہیں کب آئے گی، میں تو اتنا جانتا ہوں کہ آئے گی کب آئے گی کون سی تاریخ میں آئیگی تو یہ علم اللہ کو ہے یہ مجھے علم نہیں۔

پاکستان کا سب سے زیادہ فروخت ہونے والا

قرشی

جوھر جوشاندہ

فلو، نزلہ، زکام اور گلے کی خراش کا مؤثر علاج

صدیوں سے آزمودہ جوشاندہ
اب فوری حل ہونے والے انسٹنٹ
جوھر جوشاندہ کی شکل میں۔
ترکیبِ استعمال: ایک کپ گرم
پانی یا چائے میں ایک پیکٹ
جوھر جوشاندہ ملائیں
اور جوشاندہ تیار۔
دن میں دو یا تین پیکٹ
جوھر جوشاندہ
استعمال کریں۔

آسان استعمال
مؤثر علاج

قرشی

تحقیق کی روایت
معیار کی ضمانت